بنات اربعہ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاحبزادیوں پر شیعی مواقف

تحریر و تحقیق: سید علی اصدق نقوی

بسم الله الرحمن الرحيم وبه نستعين والصلوة والسلام على أشرف المخلوقين وآله الطاهرين ولعنة الله على أعدائهم إلى قيام يوم الدين، وبعد:

تاریخی امور میں اختلافات ہر اصلی و فرعی مسئلے میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ خصوصا جب وہ موقف تاریخی کے ساتھ ساتھ کلامی و اعتقادی لوازم رکھتا ہو، اس صورت میں اختلاف مزید شدت پکڑتا ہے اور ہر حزب اپنے موقف کے انتصار کو فرض عینی باور کرتا ہے۔ انہی مسائل میں سے ایک مسئلہ بنات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ غیر شیعی مؤرخین، علماء انساب، اور دیگر علوم و فنون کے ماہرین کے نزدیک یہ متنازع مسئلہ نہیں اور تقریبا تمام کا قول و کلمہ متفق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنات اربعہ (عربی میں بنات اربع) چار صاحبزادیاں تھیں جن کے اسماء: فاطمہ، رقیہ، زینب، اور ام کلثوم علیہن السلام تھے۔ رہی بات شیعی مواقف کی تو ہمیں اختلافی رجحانات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ یہ چاروں دختران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی و صلبی دختران از سیدہ خدیجہ علیہا السلام تھیں جبکہ بعض کا موقف ہے کہ یہ ربائب یعنی لے پالک تھیں۔ ذیل میں ہم ان مختلف مواقف اور ان کے ادلہ کو بالاختصار ذکر کرنے کی سعی کریں گے اور پھر ان کے صحت و سقم پر تعلیقا کلام کریں گے۔ اس سے قبل ہم نے سنہ 2017 عیسوی میں اس موضوع پر قلم اٹھایا تھا مگر ضروری سمجھا کہ بار دیگر اس پر مفصل کلام ہو جس میں اقوال شیعہ کا بیان ہو تاکہ ہر شخص اپنی قوت تعقل و استعداد کے حساب سے طرفین کے ادلہ سے آگاہی کے بعد موقف اپنائے۔

موقف اول: یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی و صلبی دختران تھیں

یہ موقف جمہور علماء امامیہ کا رہا ہے خواہ وہ ان کے اہل کلام، اہل تفسیر، اہل حدیث، یا اہل فقہ سے وابستہ ہوں۔ از شیخ کلینی قدس سرہ تا علامہ مجلسی علیہ الرحمہ اور دیگر متاخرین و معاصرین یہ موقف علماء میں مقبول رہا ہے اور جلد ان میں سے بعض کا ذکر کیا جائے گا۔ اس موقف کے قائلین کا استدلال اولاً قرآن کریم کی آیت سے ہے جس میں ذکر ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿الأحزاب: ٥٩﴾

اے پیغمبر آپ اپنی بیویوں م بیٹیوں، اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی چادر کو اپنے اوپر لٹکائے رہا کریں کہ یہ طریقہ ان کی شناخت یا شرافت سے قریب تر ہے اور اس طرح ان کو اذیت نہ دی جائے گی اور خدا بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

پس وہ کہتے ہیں کہ آیت میں لفظ "وبناتك" دلیل ہے اس امر پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک سے زائد بیٹیاں تھیں بلکہ اس پر بھی کہ وہ تین یا اس سے زائد تھیں جیسا کہ عربی میں جمع کا تقاضا ہے۔ اس کے رد میں عدم قائلین کا کہنا ہے کہ قرآنی اسلوب میں فرد کے لیئے بھی جمع وارد ہوتا ہے جیسا کہ آیت مباہلہ میں... وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ... ﴿آل عمران: ٦١﴾ وارد ہوا ہے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ "نساء" یعنی متعدد خواتین نہ تھیں بلکہ فقط ان کی دختر سیدہ زہراء علیہا السلام تھیں۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ ایک نبی اپنی امت میں والد کی منزلت پر ہوتا ہے جیسا کہ کئی شواہد سے روشن ہے، پس مقامِ ابوت کا مقتضی ہے کہ تمام خواتین امت اس کی بیٹیاں شمار ہوتی ہیں جیسا کہ نبی لوط علیہ السلام کے واقعے میں فاسق قوم سے کہا گیا کہ "میری بیٹیاں" ﴿هود: ٧٨﴾، ﴿الحجر: ٧١﴾ مگر بعض مفسرین نے اس سے مراد امت کی بیٹیاں لی ہیں۔ مگر یہ تاویل بعید ہے کیونکہ مذکورہ بالا آیت میں... وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ... ﴿الأحزاب: ٥٩﴾ کے زمرے میں پہلے ہی امت کی بیٹیاں شامل ہو جاتی ہیں۔ وایضاً عدم قائلین کا استدلال ہے کہ اگر

"وبناتك"یعنی"آپ کی بیٹیاں" سے تین یا اس سے زائد بیٹیاں مراد ہوں تو لوط علیہ السلام کے قول "بناتي" یعنی "میری بیٹیاں" میں بھی تین یا اس سے زائد بیٹیاں مراد ہیں حالانکہ یہود و نصاریٰ اور اہل اسلام نے لوط علیہ السلام کی دو ہی بیٹیاں ذکر کی ہیں۔ پس اگر لوط علیہ السلام کے لیئے دو بیٹیوں کے لیئے جمع "بنات" کا استعمال جائز ہے تو لغوی اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واحد دختر کے لیئے بھی "بنات" کا استعمال لغت میں جائز و سائغ ہے۔ قائلین بنات کا یہ کہنا ہے کہ اگر ربائب کا ذکر مراد ہوتا تو خداوند تعالیٰ اس طرح سے بیان فرماتا جیسا کہ تنزیل میں ہے:

...وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ... ﴿النساء: ٢٣﴾

تمہاری پرورده عورتیں جو تمہاری آغوش میں ہیں اور ان عورتوں کی اولاد، جن سے تم نے دخول کیا ہے۔۔۔

مگر چونکہ لفظ بنات کا ورود ہوا دون ربائب کے تو قائلین نے اس استدلال کو قبول نہیں کیا۔ نیز قائلین کا استدلال ہے کہ قرآنی آیات کی شرح و تفسیر میں مرویات ائمہ علیہم السلام کفایت کرتی ہیں جن میں تقریبا تواتر کی حد تک اخبار تعدد بنات پر وارد ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض مع ہماری تعلیقات کے درج ذیل ہیں۔ یاد رہے کہ ہم تفصیلی سندی بحث میں خوض نہیں کریں گے کیونکہ یہ اصل بحث سے خارج ہے اور چونکہ قائلین و عدم قائلین کا بیشتر انحصار رجالی مباحث پر نہیں اگرچہ اس مجموعۂ مرویات میں متعدد کی اسانید رجالی اُصول پر بھی درجۂ صحت کو پہنچتی ہیں۔

روایت اول:

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ایک دعاء میں آتا ہے:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى الْقَاسِمِ وَالطَّاهِرِ ابْنَيْ نَبِيِّكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى رُقَيَّةَ بِنْتِ نَبِيِّكَ وَالْعَنْ مَنْ آذَى نَبِيَّكَ فِيهَا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ نَبِيِّكَ وَالْعَنْ مَنْ آذَى نَبِيَّكَ فِيهَا

اے اللہ ﷻ! صلوات بھیج اپنے نبی کے بیٹے قاسم اور طاہر پر، اے اللہ ﷻ! صلوات بھیج رقیہ پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہے اور لعنت کر اس پر جس نے اس کے ذریعے تیرے نبی کو اذیت دی، اے اللہ ﷻ! صلوات بھیج ام کلثوم پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہے اور لعنت کر اس پر جس نے اس کے ذریعے تیرے نبی کو اذیت دی۔(1)

یہ دعاء شیخ طوسی اپنی کتاب تہذیب الاحکام میں روایت کرتے ہیں اور یہ بسند صحیح مروی ہے ان کے لیئے جو منہج سندی کا التزام کرتے ہیں اگرچہ ہمارے نزدیک منہج سندی درست نہیں۔ روایت کے کلمات میں صراحت ہے کہ رقیہ اور ام کلثوم کو "بِنْتِ نَبِيِّكَ" کہا گیا ہے۔ اس کے جواب میں عدم قائلین کا موقف ہے کہ یہاں بنت سے مراد غیر حقیقی یا لے پالک بیٹی ہے۔ شاید ایک جواب یہ بھی ہو کہ یہ روایت تقیہ پر محمول ہے لیکن اگر تقیہ مقصود ہوتا تو ان کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچانے والوں کا تذکرہ اور ان پر لعن کیونکر ہوتی اور ان کے دور کے سوڈیڑھ سو سال بعد تقیہ کی علت کیا ہوتی؟ شاید کوئی جواب دے کہ اس دور کے حکام سے بھی اس امر میں تقیہ ممکن تھا اگرچہ اس کی تعلیل واضح نہیں۔

روایت دوم:

أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ اِبْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنِ اَلْحَلَبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ ع أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أُمَامَةَ بِنْتَ أَبِي اَلْعَاصِ بْنِ اَلرَّبِيعِ وَأُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اَللَّهِ ص فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَ عَلِيٍّ ع اَلْمُغِيرَةُ بْنُ نَوْفَلٍ

احمد بن محمد، جنہوں نے روایت کی ابن ابی عامر سے اور انہوں نے حماد سے جنہوں نے حلبی سے اور انہوں نے امام صادق علیہ السلام سے جنہوں نے فرمایا کہ ان کے والد (امام باقر علیہ السلام) نے ان سے بیان کیا تھا امامہ بنت ابی العاص بن ربیع جنکی والدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں علی علیہ السلام کے بعد مغیرہ بن نوفل نے ان سے شادی کی۔۔۔الخ۔(2)

روایت بالا سنداً صحیح ہے۔اس میں کلمات "زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اَللَّهِ ص "صریح ہیں کہ زینب در حقیقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی دختر تھیں۔عدم قائلین کا کہنا ہے کہ یہاں بھی بنت سے مراد حقیقی بیٹی ہو،لازم نہیں ہے۔

روات سوم:

وَإِنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ النَّبِيِّ ص تُوُفِّيَتْ وَإِنَّ فَاطِمَةَ ع خَرَجَتْ فِي نِسَائِهَا فَصَلَّتْ عَلَى أُخْتِهَا

زینب بنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو فاطمہ علیہا السلام اپنے عورتوں کے ساتھ نکلیں اور اپنی بہن پر نماز پڑھی۔(3)

روایت مذکورہ بھی سنداً معتبر شمار کی گئی ہے۔

روایت چہارم:

نیز قدیم شیعہ مصدر قرب الاسناد از حمیری علیہ الرحمہ میں حدیث ہے:

قَالَ: وَحَدَّثَنِي مَسْعَدَةُ بْنُ صَدَقَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: «وُلِدَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنْ خَدِيجَةَ: الْقَاسِمُ، وَالطَّاهِرُ، وَأُمُّ كُلْثُومٍ، وَرُقَيَّةُ، وَ فَاطِمَةُ، وَزَيْنَبُ. فَتَزَوَّجَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، وَتَزَوَّجَ أَبُو الْعَاصِ بْنُ رَبِيعَةَ- وَهُوَ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ- زَيْنَبَ، وَتَزَوَّجَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ أُمَّ كُلْثُومٍ وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا حَتَّى هَلَكَتْ، وَزَوَّجَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مَكَانَهَا رُقَيَّةَ. ثُمَّ وُلِدَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ- مِنْ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ- إِبْرَاهِيمُ، وَهِيَ مَارِيَةُ الْقِبْطِيَّةُ، أَهْدَاهَا إِلَيْهِ صَاحِبُ الْإِسْكَنْدَرِيَّةِ مَعَ الْبَغْلَةِ الشَّهْبَاءِ وَأَشْيَاءَ مَعَهَا»

اور اس نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا مسعدہ بن صدقہ نے،اس نے کہا مجھ سے جعفر بن محمد علیہ السلام نے بیان کے اپنے والد (امام باقر علیہ السلام) سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدیجہ سلام اللہ علیہا سے اولاد تھی قاسم،طاہر،ام کلثوم،رقیہ،فاطمہ،اور زینب۔پھر علی علیہ السلام نے فاطمہ علیہا السلام سے شادی کی،اور زینب کی شادی ابو العاص بن ربیعہ سے ہوئی،اور وہ بنی امیہ سے تھا۔اور عثمان بن عفان کی شادی حضرت ام کلثوم سے ہوئی اور ان کی رخصتی نہ ہوئی تھی کہ وہ وفات پا گئیں۔پھر ان کی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شادی رقیہ سے کر دی،پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ام ابراہم سے اولاد ملی سے،اور وہ ماریہ قبطیہ تھیں۔۔۔الخ۔(4)

روایت مزبور کی سند معتبر ہے۔اور اس میں بھی تصریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختران میں حضرت ام کلثوم،رقیہ،اور زینب بھی شامل ہیں۔عدم قائلین کا جواب اسی طرز پر ہو گا کہ یہ روایت تقیۃً ہے یا یہاں بیٹیوں سے مراد غیر حقیقی یا لے پالک بیٹیاں ہیں۔لیکن روایت کے متن سے یہ بعید ہے کیونکہ اس میں خدیجہ علیہا السلام سے متولد ہونے کا ذکر ملتا ہے۔

روایت پنجم:

نہج البلاغہ از شریف رضی علیہ الرحمہ میں آتا ہے کہ امام علی علیہ السلام نے حضرت عثمان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ وَلاَ ابْنُ الْخَطَّابِ بِأَوْلَى بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ، وَأَنْتَ أَقْرَبُ إِلَى رَسُولِ اللهِ (صلى الله عليه وآله) وَشِيجَةَ رَحِم مِنْهُمَا، وَقَدْ نِلْتَ مَنْ صَهْرِهِ مَا لَمْ يَنَالاَ.

ابو قحافہ کا بیٹا اور خطاب کا بیٹا زیادہ افضل نہیں تھے نیک عمل کے لحاظ سے تم سے، اور تم ان دونوں سے زیادہ قریب تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بطور نسبت، اور تم داماد ہونے کی وجہ سے بھی ان سے تعلق رکھتے ہو جو کہ وہ دونوں نہیں رکھتے تھے۔(5)

شاید اس کے جواب میں عدم قائلین کا کہنا ہو کہ نہج البلاغہ مستند مصادر تشیع میں نہیں پایہ کہ یہ روایت سند امرسل ہے اور قابل احتجاج واستدلال نہیں اگرچہ اس کا متن دیگر نصوص سے مؤید ہے۔

روایت ششم:

شیخ اجل صدوق رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کی ہے:

حَدَّثَنَا أَبِي وَمُحَمَّدُ بْنُ اَلْحَسَنِ رَضِيَ اَللَّهُ عَنْهُمَا قَالاَ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ اَلْبَرْقِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ اِبْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: وُلِدَ لِرَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنْ خَدِيجَةَ اَلْقَاسِمُ وَاَلطَّاهِرُ وَهُوَ عَبْدُ اَللَّهِ وَأُمُّ كُلْثُومٍ وَرُقَيَّةُ وَزَيْنَبُ وَفَاطِمَةُ وَتَزَوَّجَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلاَمُ وَتَزَوَّجَ أَبُو اَلْعَاصِ بْنُ اَلرَّبِيعِ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ زَيْنَبَ وَتَزَوَّجَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ أُمَّ كُلْثُومٍ فَمَاتَتْ وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا فَلَمَّا سَارُوا إِلَى بَدْرٍ زَوَّجَهُ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ رُقَيَّةَ وَوُلِدَ لِرَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ إِبْرَاهِيمُ مِنْ مَارِيَةَ اَلْقِبْطِيَّةِ وَهِيَ أُمُّ إِبْرَاهِيمَ أُمُّ وَلَدٍ.

ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو خدیجہ علیہا السلام سے قاسم اور طاہر پیدا ہوئے اور وہ عبد اللہ ہے۔ اور ام کلثوم اور رقیہ اور زینب اور فاطمہ (علیہن السلام)۔ اور علی بن ابی طالب علیہ السلام کی شادی حضرت فاطمہ علیہا السلام سے ہوئی اور ابو العاص بن ربیع کی شادی حضرت زینب علیہا السلام سے ہوئی اور وہ بنو امیہ سے تھا۔ اور عثمان بن عفان کی شادی حضرت ام کلثوم علیہا السلام سے ہوئی تو وہ رخصتی سے قبل وفات پا گئیں۔ پس جب وہ بدر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے ان کی شادی حضرت رقیہ سے کر دی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو ماریہ قبطیہ سے ابراہیم پیدا ہوئے اور وہ ام ولد تھیں۔(6)

روایت مذکور کی سند میں ہمارے نزدیک مشکل ہے مگر یہ روایت گذشتہ قرب الاسناد کی روایت کی تائید میں ہے اور اس کو اس کے متن کے سبب قائلین بنات کی طرف سے قبول کیا گیا ہے۔ شیخ ماحوزی نے بھی الخصال کی تحقیق میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ عدم قائلین شاید میں سے بعض اس کی سند پر اشکال وارد کرتے ہیں یا کہتے ہیں کہ یہاں ذکر ہے کہ یہ دختران اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدیجہ علیہا السلام سے پیدا ہوئی اولاد میں ذکر ہوئی ہیں مگر یہ روایات تقیہ میں مروی ہیں یا ان کوئی اور علت ہے۔

روایت ہفتم:

حُمَيْدُ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَمَاعَةَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ عَنْ أَبَانٍ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَحَدِهِمَا (عَلَيْهِما الْسَّلام) قَالَ لَمَّا مَاتَتْ رُقَيَّةُ ابْنَةُ رَسُولِ الله (صلّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ) قَالَ رَسُولُ الله (صلّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ) الْحَقِي بِسَلَفِنَا الصَّالِحِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ وَأَصْحَابِهِ

حمید بن زیاد، جس نے حسن بن محمد بن سماعہ سے جس نے ایک سے زیادہ افراد سے جس نے ابان سے جس نے ابو بصیر سے روایت کی، جس نے ان میں سے ایک (امام صادق یا باقر) علیہ السلام سے روایت کی، امام علیہ السلام نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی رقیہ کی وفات ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے صالح سلف سے ملحق ہو، عثمان بن مظعون (رضی اللہ عنہ) اور ان کے اُصحاب سے۔ (7)

اس کی سند میں واقفی فرقے کے روات ہیں اور سند غیر متصل ہے مگر اکثر عدم قائلین کے یہاں منہج سندی کا التزام نہیں بلکہ وہ اس کو بدعت و باعث ضلالت شمار کرتے ہیں پس سندی بحث مفید نہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تاریخی اُمور میں سندی معیار نہیں اپنایا جاتا بلکہ شواہد و قرائن کی رو سے متون کو قبول یا رد کیا جاتا ہے۔ روایت میں صراحت ہے کہ حضرت رقیہ علیہا السلام کو ابۡنَةُ رَسُولِ اللہ (صلی اللہُ عَلَيۡهِ وَآلِهٖ) کہا گیا ہے اور سلف صالح سے ملحق کیا گیا ہے، اور یہ متن ان ان کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے۔ قائلین کی جانب سے یہ اس لیئے ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ بعض غیر قائلین کے نزدیک اگر یہ حقیقی دختران ہیں تو کیا سبب ہے کہ فاطمہ علیہا السلام کے اس قدر فضائل مروی ہیں مگر ان سہ دختران کے فضائل نہ ہونے کے برابر ہیں؟ اور کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ عدل و انصاف کا اسوۂ حسنہ ہیں ایسا کر سکتے ہیں کہ ایک دختر کے اس قدر امتیازات و فضائل بیان کریں مگر بقیہ کے لیئے کوئی فضیلت نہ بیان کریں؟ قائلین اس کا جواب کئی وجوہ سے دیتے ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے فضائل بھی وارد ہیں مگر چونکہ ان کو وہ مقام حاصل نہیں پس عدل کا تقاضا ہے کہ جس کا مقام جس قدر ہے اس کو اسی قدر بیان کیا جائے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ امام علی علیہ السلام بھی اپنے بھائیوں یعنی جعفر بن ابی طالب، عقیل بن ابی طالب، طالب بن ابی طالب کے سگے بھائی تھے لیکن اس کے باوجود ہمیں جتنے فضائل مولائے کائنات علیہ السلام کے قرآن و حدیث میں ملتے ہیں ان دیگر برادران کے نہیں ملتے۔ یا یہ کہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے علاوہ امام علی علیہ السلام کی دیگر دختران بھی تھیں جن کی تعداد کتب سیر و تواریخ میں سترہ (17) تک بھی ذکر ہوئی ہے۔ پس قائلین کا کہنا ہے کہ اسی معیار کے تحت مولا علی علیہ السلام کی دختران مانند حضرت نفیسہ اور حضرت میمونہ علیہا السلام کے فضائل اس قدر کیوں نہ روایت ہوئے جس قدر فضائل سیدہ زینب علیہا السلام کے ہیں؟ بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے بھی تھے جن میں ابراہیم اور طاہر شامل ہیں اور ان کے فضائل بھی اس قدر نہ نقل ہوئے جس قدر فاطمہ علیہا السلام کے ہیں۔ عدم قائلین کا ممکنہ جواب ہو سکتا ہے کہ وہ سن بلوغ کو نہ پہنچے اس سبب ان کے فضائل نہ نقل ہوئے۔ قائلین کا رد یہ ہو سکتا ہے کہ مقامات روحانی اعتبار سے ہیں نہ کہ جسمانی اعتبار سے پس روحانی مقامات کو احادیث میں کیوں نہ بیان کیا گیا؟ اور کیا سبب ہے کہ ابو طالب علیہ السلام کی اولاد میں فقط امام علی علیہ السلام کو امامت و خلافت نصیب ہوئی اور بقیہ بیٹوں کو نہیں ہوئی۔ کیا اس باعث اللہ اور اس کا رسول ظالم ہوئے جو آیات و روایات میں اس کو بیان نہ کیا گیا؟ پس قائلین کا جواب ہوگا کہ امام علی علیہ السلام اپنے برادران کے درمیان اور سیدہ زینب علیہا السلام دیگر دختران علی علیہ السلام کے درمیان جو مقام رکھتی ہیں جس باعث ان کے فضائل دیگر فرزندان کے مقابل زیادہ ہیں اور بعض کے تو فضائل منقول ہی نہیں اسی طرح فاطمہ علیہا السلام کا امر ہے۔

روایت ہشتم:

شیخ طوسی قدس سرہ اپنی تہذیب الاحکام روایت کرتے ہیں:

عَنْهُ عَنِ السِّنْدِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ أَبِي مَرْيَمَ ذَكَرَهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ أُمَامَةَ بِنْتَ أَبِي الْعَاصِ وَأُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ص وَكَانَتْ تَحْتَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع بَعْدَ فَاطِمَةَ ع...

ابو مریم نے اپنے والد سے روایت کی کہ امامہ بنت ابی العاص جن کی والدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں، اور وہ فاطمہ علیہا السلام کے بعد علی بن ابی طالب علیہا السلام کی زوجہ تھیں۔۔۔ (8)

اس روایت کی دلالت بھی صریح ہے جیسا کہ کلمات زَيۡنَبُ بِنۡتُ رَسُولِ اللہِؐ ص سے واضح ہے اگرچہ اس میں سندی ضعف ہے مگر قائلین کے یہاں اس کا انجبار دیگر نصوص اور علماء کی قبولیت سے ہوتا ہے۔ عدم قائلین کا رد تقیہ یا بنت کے لفظ کو مجاز سے تعبیر کرنے سے ہوگا۔

روایت نہم:

ثقۃ الاسلام شیخ کلینی رحمہ اللہ روایت نقل کرتے یں:

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ فَضَّالٍ عَنِ ابْنِ بُكَيْرٍ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ (عَلَيْهِ السَّلام) قَالَ أَوْصَتْ فَاطِمَةُ (عَلَيْهِا السَّلام) إِلَى عَلِيٍّ (عَلَيْهِ السَّلام) أَنْ يَتَزَوَّجَ ابْنَةَ أُخْتِهَا مِنْ بَعْدِهَا فَفَعَلَ.

زرارہ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: فاطمہ علیہاالسلام نے امام علی علیہ السلام کو وصیت فرمائی تھی کہ وہ ان کے بعد ان کی بھانجی سے شادی کرلیں، پس امام علی علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔(9)

حدیث بالا سنداً معتبر ہے اگرچہ اس میں بعض غیر امامی فطحی فرقے کے راویان ہیں لیکن رجالی اُصول پر غیر امامی ثقہ راوی کی خبر معتبر شمار ہوتی ہے۔ مگر چونکہ دونوں فریقین کے یہاں رجالی مبنی رائج نہیں لہذا یہ مفید بحث نہ رہے گی۔ روایت کا متن صریح ہے کہ فاطمہ علیہاالسلام نے امام علی علیہ السلام کو ان کی بھانجی سے شادی کی وصیت فرمائی اور معلوم ہے کہ بھانجی تب ہی ممکن ہے جب ان کی بہن ہو۔ تاریخ سے بھی یہ امر ثابت ہے کہ امام علی علیہ السلام کی زوجات میں سے ایک حضرت امامہ بنت زینب علیہاالسلام تھیں۔ پس قائلین کا استدلال اس روایت سے واضح ہے جبکہ عدم قائلین کے نزدیک یہ روایت بھی تقیہ یا دیگر امور پر محمول ہے جو اس کی تاریخی قبولیت میں مانع ہیں۔

روایت دہم:

شیخ صدوق رضوان اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَلْحَسَنِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ اَلْوَلِيدِ رَضِيَ اَللَّهُ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَلْحَسَنِ اَلصَّفَّارُ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عَلِيٍّ اَلْوَاسِطِيُّ عَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ عِصْمَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي اَلْمِقْدَامِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مَنْزِلَهُ فَإِذَا عَائِشَةُ مُقْبِلَةٌ عَلَى فَاطِمَةَ... وَإِنَّ خَدِيجَةَ رَحِمَهَا اَللَّهُ وَلَدَتْ مِنِّي طَاهِراً وَهُوَ عَبْدُ اَللَّهِ وَهُوَ اَلْمُطَهَّرُ وَوَلَدَتْ مِنِّي اَلْقَاسِمَ وَفَاطِمَةَ وَرُقَيَّةَ وَأُمَّ كُلْثُومٍ وَزَيْنَبَ وَأَنْتِ مِمَّنْ أَعْقَمَ اَللَّهُ رَحِمَهُ فَلَمْ تَلِدِي شَيْئاً.

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ، حضرت فاطمہ علیہاالسلام سے روبرو تھیں۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ خدیجہ رحمہااللہ نے مجھ میرے لیئے اُولاد کو ولادت دی: طاہر، عبداللہ، اور وہ مطہر ہیں، اور قاسم کو ولادت دی، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم، اور زینب کو ولادت دی، اور تم (اے عائشہ) ان میں سے ہو جن کے رحم کو اللہ نے بانجھ کیا ہے، پس تم کوئی اولاد بھی پیدا نہ کروگے۔(10)

روایت کے کلمات واضح ہیں اور مزید توضیح کی احتیاج نہیں رکھتے۔ اس کے جواب میں عدم قائلین کی جانب سے یہ کہا جاسکتا کہ یہ روایت سنداً ضعیف ہے اگرچہ اس کے جواب میں قائلین یہ کہہ سکتے ہیں کہ دیگر سنداً صحیح روایات بھی اس امر پر دلیل ہیں اور تاریخی اُمور میں تو سند کے ذریعے نہیں بلکہ قرائن وشواہد کی رو سے واقعات قبول کیئے جاتے ہیں۔ وایضاً عدم قائلین روایت مذکورہ کو بھی تقیہ پر حمل کرسکتے ہیں مگر اس میں بعض گذشتہ روایات کی طرح غیر حقیقی یا غیر صلبی دختران ہونے کا احتمال بعید از قیاس ہے کیونکہ اس میں صراحت ہے کہ وہ خدیجہ علیہاالسلام سے پیدا ہوئی ہیں۔

روایت یازدہم:

شیخ کلینی رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے:

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ عَلِيٍّ عَنْ أُمَامَةَ بِنْتِ أَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيعٍ وَأُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ص قَالَتْ أَتَانِي أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع فِي شَهْرِ رَمَضَانَ...

ابو بصیر نے فاطمہ بنت علی سے جنہوں نے امامہ بنت ابی العاص بن ربیع سے روایت کی، اور ان کی والدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں، انہوں نے فرمایا: امیر المؤمنین علیہ السلام میرے پاس ماہ رمضان تشریف لائے۔۔۔(11)

روایت کی سند معتبر ہے اگرچہ اس میں غیر امامی ناووسی راوی موجود ہے۔اور یہ امام عسکری علیہ السلام کے صحابی شیخ برقی قدس سرہ کی کتاب المحاسن میں بھی مروی ہے۔روایت کا معنی واضح ہے کہ حضرت امامہ بنت زینب علیہاالسلام روایت کرتی ہیں کہ مولا علی علیہ السلام ان کے پاس ماہ مبارک رمضان میں تشریف لائے اور اس کے بعد بقیہ روایت ہے جو ہم موضوع سے متعلقہ نہیں۔ قائلین کا استدلال اس سمیت دیگر مرویات سے ہے کہ اس میں بھی زینب علیہاالسلام کو "زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ ص" کے کلمات سے یاد کیا گیا ہے اگرچہ عدم قائلین اس کو مجاز پر حمل کرتے ہیں۔

رہی بات دختران کے فضائل کی تو ذکر ہو چکا کہ بعض مرویات میں ان کے فضائل مروی ہیں مگر مقدار کا فرق عدل کے منافی نہیں بلکہ بعینہ عدل ہے جیسا کہ خود امام علی علیہ السلام اپنے برادران کے درمیان امامت وولایت پر فائز ہیں یا زینب بنت علی علیہاالسلام اپنی خواہران کے درمیان ممتاز مقام کی حامل ہیں۔پس روایت در باب فضیلت ہے:

روایت دوازدہم:

وَهَذَا اَلْحُسَيْنُ خَيْرُ اَلنَّاسِ خَالاً وَخَالَةً خَالُهُ اَلْقَاسِمُ بْنُ رَسُولِ اَللَّهِ وَخَالَتُهُ زَيْنَبُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اَللَّهِ... وَخَالُهُ فِي اَلْجَنَّةِ وَخَالَتُهُ فِي اَلْجَنَّةِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ حسین علیہ السلام ہیں جو لوگوں میں ماموں اور خالہ کے لحاظ سے بہترین ہیں۔ان کے ماموں قاسم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ان کی خالہ زینب بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔۔۔اور ان کے ماموں جنت میں ہیں اور ان کی خالہ جنت میں ہیں۔(12)

روایت کی دلالت صریح ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی خالہ کو بزبان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "زَيْنَبُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اَللّٰهِ" کہا گیا ہے۔اگرچہ اس کی سند بھی رجالی معیار پر مستند نہیں لیکن قائلین کا جواب ہے کہ یہ مؤیدات وشواہد میں معاون روایت ہے۔اس کی مثل ایک اور روایت امالی شیخ صدوق قدس سرہ میں بھی مماثل متن سے مروی ہے۔مناقب کے باب میں وہ روایت گذر چکی جس میں حضرت رقیہ علیہاالسلام کو بھی سلف صالح سے ملحق کیا گیا ہے یعنی ضمنی طور پر جنتی کہا گیا ہے جیسا کہ عبارت ہے: اِلْحَقِي بِسَلَفِنَا الصَّالِحِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ وَأَصْحَابِهِ۔

روایت سیزدہم:

فضیلت حضرت رقیہ علیہاالسلام میں حدیث وارد ہوئی ہے:

جَاءَ فِي رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَيْفِ بْنِ عَمِيرَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ فَرْقَدٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (عَلَيْهِ السَّلَامُ)، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ الْآيَةِ، أَنَّهُ قَالَ: «هَذَا مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللَّهُ لِرُقَيَّةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ) الَّتِي تَزَوَّجَهَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ». قَالَ: «وَقَوْلُهُ: وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ يَعْنِي مِنَ الثَّالِثِ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ يَعْنِي بِهِ بَنِي أُمَيَّةَ».

داود بن فرقد نے امام صادق علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے فرمان پر روایت کی ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ... ﴿التحریم: ۱۱﴾، اللہ نے مثال دی ہے ایمان والوں کے لیئے فرعون کی بیوی کی، امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ ایسے ہے جیسے اللہ نے رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال دی ہے، جن سے عثمان بن عفان نے

شادی کی تھی۔اورآیت ہے: وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ، مجھے نجات دے فرعون اوراس کے عمل سے، یعنی تیسرے سے۔اور... وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿التحریم: ۱۱﴾، مجھے نجات دے ظالم قوم سے، اس سے مراد بنی امیہ ہے۔(13)

یہ روایت سنداً معتبر ہے، اور یہی روایت امام عسکری علیہ السلام کے صحابی سیاری کی کتاب القراءات میں بھی مروی ہے(14)، عدم قائلین کے نزدیک یہ روایت بھی بنات اربعہ کے اثبات میں غیر مفید ہے انہی اُسباب کے تحت جو ہم سابقاً ذکر کر چکے ہیں۔

روایت چہاردہم:

وایضاً ایک روایت اور بھی ہے جس تزویج عثمان کا قرینہ ملتا ہے جیسا کہ شیخ کشی قدس سرہ روایت کرتے ہیں:

711 مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ، قَالَ كَتَبَ إِلَيَّ الْفَضْلُ، قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَيْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَابِرٍ، قَالَ، قَدِمَ أَبُو إِسْحَاقَ (ع) مِنْ مَكَّةَ، فَذُكِرَ لَهُ قَتْلُ الْمُعَلَّى بْنِ خُنَيْسٍ: قَالَ، فَقَامَ مُغْضَباً يَجُرُّ ثَوْبَهُ، فَقَالَ لَهُ إِسْمَاعِيلُ ابْنُهُ يَا أَبَتِ أَيْنَ تَذْهَبُ قَالَ لَوْ كَانَتْ نَازِلَةٌ لَأَقْدَمْتُ عَلَيْهَا، فَجَاءَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى دَاوُدَ بْنِ عَلِيٍّ، فَقَالَ لَهُ: يَا دَاوُدُ لَقَدْ أَتَيْتَ ذَنْباً لَا يَغْفِرُهُ اللَّهُ لَكَ، قَالَ وَمَا ذَاكَ الذَّنْبُ قَالَ قَتَلْتَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ مَكَثَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ، فَقَالَ لَهُ دَاوُدُ وَأَنْتَ قَدْ أَتَيْتَ ذَنْباً لَا يَغْفِرُهُ اللَّهُ لَكَ! قَالَ وَمَا ذَاكَ الذَّنْبُ قَالَ زَوَّجْتَ ابْنَتَكَ فُلَاناً الْأُمَوِيَّ، قَالَ: إِنْ كُنْتُ زَوَّجْتُ فُلَاناً الْأُمَوِيَّ فَقَدْ زَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ (ص) عُثْمَانَ، وَلِي بِرَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ، قَالَ مَا أَنَا قَتَلْتُهُ، قَالَ: فَمَنْ قَتَلَهُ قَالَ قَتَلَهُ السِّيرَافِيُّ، قَالَ فَأَقِدْنَا مِنْهُ! قَالَ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ غَدَا إِلَى السِّيرَافِيِّ فَأَخَذَهُ فَقَتَلَهُ، فَجَعَلَ يَصِيحُ: يَا عِبَادَ اللَّهِ يَأْمُرُونِّي أَنْ أَقْتُلَ لَهُمُ النَّاسَ وَيَقْتُلُونِّي.

محمد بن مسعود نے کہا: مجھے فضل نے خط لکھا، اس نے کہا: ہم سے ابن ابی عمیر نے بیان کیا جس نے ابراہیم بن عبدالحمید سے جس نے اسماعیل بن جابر سے روایت کی، اس نے کہا: ابواسحاق(امام صادق)علیہ السلام مکہ سے نکلے، توان سے معلی بن خنیس کے قتل کاذکر کیا گیا۔راوی نے کہا: تووہ غصے میں نکلے، ان کے کپڑے گھسیٹے جارہے تھے۔توامام علیہ السلام کے فرزند اسماعیل نے ان سے کہا: پدر بزرگوار، آپ کہاں جارہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اگر کوئی مصیبت ہے تو میں اس کے پاس جاؤں گا۔تووہ گئے یہاں تک کہ داود بن علی کے پاس پہنچے، انہوں نے اس سے فرمایا: اے داود! تونے ایسا گناہ کیا ہے جو اللہ کبھی نہیں بخشے گا! اس نے کہا: وہ گناہ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: تونے اہل جنت میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے، پھر وہ کچھ دیر خاموش رہے، پھر فرمایا: ان شاءاللہ۔توداود نے ان سے کہا: اور آپ نے ایسا گناہ کیا ہے جو اللہ کبھی نہیں بخشے گا! امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ کیا گناہ ہے؟ اس نے کہا: آپ نے اپنی بیٹی کی شادی فلاں اموی سے کر دی! توامام علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں نے فلاں اموی سے شادی کر دی تو کیا ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان سے شادی کرائی تھی، تو میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونۂ عمل ہے۔اس نے کہا: میں نے اس کو قتل نہیں کیا ہے۔امام علیہ السلام نے فرمایا: تواس کو کس نے قتل کیا ہے؟ اس نے کہا: سیرافی نے اس کو قتل کیا ہے۔امام علیہ السلام نے فرمایا: توہمارا بدلہ لو اس سے۔راوی نے کہا: پس جب اگلے دن صبح ہوئی وہ سیرافی کے پاس گیا، اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔تووہ(سیرافی) چیخنے لگا تھا: اے اللہ کے بندوں! وہ مجھے حکم دیتے تھے کہ میں لوگوں کو ان کے لیئے قتل کروں اور اب وہ مجھے قتل کر رہے ہیں!(15)

اس روایت کی سند صحیح ہے اور سید خوئی علیہ الرحمہ نے بھی اس کو سنداً صحیح قرار دیا ہے(16)۔روایت کی دلالت واضح ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر میں نے اموی سے اپنی دختر کی تزویج فرمائی تو مجھ سے قبل یہ اسوہ خود ذات مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔یہ روایت ان مرویات کی تائید میں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی دختر کی تزویج عثمان بن عفان سے کرانے کا ذکر ملتا ہے۔عدم قائلین اس روایت کو تقیہ پر حمل کر سکتے ہیں کیونکہ جابر و جائر حاکم کے سامنے تقیہ کرنا جائز ہے خصوصا جب وہ قتل کی طرف شدت سے مائل ہو۔اس صورت میں تقیہ یا پھر الزامی جواب کے طور پر یہ مثال لانا معقول و مشروع ہوگا۔

روایت پانزدہم:

شیخ کشی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے:

223 حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ قُولَوَيْهِ، قَالَ حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَحْمَدَ بْنِ هِلَالٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مَحْبُوبٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رِئَابٍ، قَالَ دَخَلَ زُرَارَةُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) فَقَالَ يَا زُرَارَةُ مُتَأَهِّلٌ أَنْتَ قَالَ لَا، قَالَ وَمَا يَمْنَعُكَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ لِأَنِّي لَا أَعْلَمُ تَطِيبُ مُنَاكَحَةُ هَؤُلَاءِ أَمْ لَا، قَالَ فَكَيْفَ تَصْبِرُ وَأَنْتَ شَابٌّ قَالَ أَشْتَرِي الْإِمَاءَ، قَالَ وَمِنْ أَيْنَ طَابَ لَكَ نِكَاحُ الْإِمَاءِ قَالَ لِأَنَّ الْأَمَةَ إِنْ رَابَنِي مِنْ أَمْرِهَا شَيْءٌ بِعْتُهَا، قَالَ لَمْ أَسْأَلْكَ عَنْ هَذَا وَلَكِنْ سَأَلْتُكَ مِنْ أَيْنَ طَابَ لَكَ فَرْجُهَا قَالَ لَهُ فَتَأْمُرُنِي أَنْ أَتَزَوَّجَ قَالَ لَهُ ذَاكَ إِلَيْكَ، فَقَالَ لَهُ زُرَارَةُ هَذَا الْكَلَامُ يَنْصَرِفُ عَلَى ضَرْبَيْنِ: إِمَّا أَنْ لَا تُبَالِيَ أَنْ أَعْصِيَ اللَّهَ إِذْ لَمْ تَأْمُرْنِي بِذَلِكَ وَالْوَجْهُ الْآخَرُ أَنْ تَكُونَ مُطْلِقاً لِي، قَالَ، فَقَالَ عَلَيْكَ بِالْبَلْهَاءِ ، قَالَ، فَقُلْتُ: مِثْلَ الَّتِي تَكُونُ عَلَى رَأْيِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ وَسَالِمِ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ قَالَ لَا، الَّتِي لَا تَعْرِفُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ وَلَا تَنْصِبُ، قَدْ زَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ (ص) أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيعِ وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَتَزَوَّجَ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَغَيْرَهُمَا، فَقَالَ لَسْتُ أَنَا بِمَنْزِلَةِ النَّبِيِّ (ص) الَّذِي كَانَ يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُهُ، وَمَا هُوَ إِلَّا مُؤْمِنٌ أَوْ كَافِرٌ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: فَمِنْكُمْ كافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ، فَقَالَ لَهُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (ع) فَأَيْنَ أَصْحابُ الْأَعْرافِ، وَأَيْنَ الْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ، وَأَيْنَ الَّذِينَ خَلَطُوا عَمَلًا صالِحاً وَآخَرَ سَيِّئاً، وَأَيْنَ الَّذِينَ لَمْ يَدْخُلُوها وَهُمْ يَطْمَعُونَ قَالَ زُرَارَةُ أَيَدْخُلُ النَّارَ مُؤْمِنٌ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (ع) لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ، قَالَ زُرَارَةُ فَيَدْخُلُ الْكَافِرُ الْجَنَّةَ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ لَا، فَقَالَ زُرَارَةُ هَلْ يَخْلُو أَنْ يَكُونَ مُؤْمِناً أَوْ كَافِراً فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (ع) قَوْلُ اللَّهِ أَصْدَقُ مِنْ قَوْلِكَ يَا زُرَارَةُ، بِقَوْلِ اللَّهِ أَقُولُ، يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: لَمْ يَدْخُلُوها وَهُمْ يَطْمَعُونَ، لَوْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ لَدَخَلُوا الْجَنَّةَ وَلَوْ كَانُوا كَافِرِينَ لَدَخَلُوا النَّارَ، قَالَ فَمَا ذَا فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (ع) أَرْجِهِمْ حَيْثُ أَرْجَأَهُمُ اللَّهُ أَمَا إِنَّكَ لَوْ بَقِيتَ لَرَجَعْتَ عَنْ هَذَا الْكَلَامِ وَتَحَلَّلْتَ عِنْدَكَ قَالَ، وَأَصْحَابُ زُرَارَةَ يَقُولُونَ لَرَجَعْتَ عَنْ هَذَا الْكَلَامِ وَتَحَلَّلَتْ عَنْكَ عُقَدُ الْإِيمَانِ.

قَالَ أَصْحَابُ زُرَارَةَ: فَكُلُّ مَنْ أَدْرَكَ زُرَارَةَ بْنَ أَعْيَنَ فَقَدْ أَدْرَكَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ (ع) فَإِنَّهُ مَاتَ بَعْدَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) بِشَهْرَيْنِ أَوْ أَقَلَّ، وَتُوُفِّيَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (ع) وَزُرَارَةُ مَرِيضٌ مَاتَ فِي مَرَضِهِ ذَلِكَ.

مجھ سے محمد بن قولویہ نے بیان کیا جو کہتے ہیں مجھ سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا جنہوں نے احمد بن ہلال سے جنہوں نے حسن بن محبوب سے جنہوں نے علی بن رئاب سے روایت کی جو کہتے ہیں: زرارہ، امام صادق علیہ السلام کے پاس داخل ہوئے تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اے زرارہ! تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں اس سے کیا روکتا ہے؟ اس نے کہا: کیونکہ مجھے نہیں پتا کہ ان سے نکاح کرنا اچھا رہے گا یا نہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: تو تم جوان ہو کر کیسے صبر کر لیتے ہو؟ اس نے کہا: میں کنیزیں خریدتا ہوں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: تو تمہارے لیئے کنیزوں سے نکاح کیسے اچھا ہو گیا؟ اس نے کہا: کیونکہ اگر کسی کنیز کے معاملے میں مجھے شک ہوتا ہے تو میں اس کو بیچ دیتا ہوں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے تم سے یہ نہیں پوچھا، میں نے یہ پوچھا ہے کہ تمہارے لیئے اس کی شرمگاہ کیسے اچھی ہو جاتی ہے۔ زرارہ نے ان سے کہا: آپ مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں شادی کر لوں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ تو تم پر ہے۔ زرارہ نے امام علیہ السلام سے کہا: اس کلام سے دو ہی چیزیں مراد ہو سکتی ہیں، یا تو آپ کو پروا نہیں کہ میں اللہ کی نافرمانی کیونکہ آپ نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا، یا پھر اس کا مطلب ہوا کہ آپ نے مجھے آزاد کر دیا ہے۔ تو راوی نے کہا: امام علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے لیئے تو کوئی ناسمجھ عورت ہی ہونی چاہیئے۔ راوی نے کہا: زرارہ کہتے ہیں: جو حکم بن عتیبہ اور سالم بن ابی حفصہ کی رائے رکھتی ہو؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، وہ جو اس دین کو نہ جانتی ہو جس پر تم ہو اور ناصبی نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو العاص بن ربیع اور حضرت عثمان بن عفان سے شادی کرائی تھی اور خود حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ اور ان دو کے علاوہ سے شادی کی تھی۔ زرارہ نے کہا: میں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت پر نہیں ہوں جن پر ان کا حکم جاری ہوتا ہے، وہ یا تو مؤمن ہے یا کافر، اللہ عزوجل کا فرمان ہے... فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَمِنكُم مُّؤْمِنٌ ... ﴿التغابن: ٢﴾، تو تم میں سے کافر ہے اور تم میں سے ہی مؤمن ہے۔ امام صادق علیہ السلام نے اس سے فرمایا: تو اصحاب اعراف کہاں ہیں؟ اور وہ کہاں ہیں جنکے دلوں میں الفت پیدا کی گئی ہے؟ اور وہ کہاں ہیں جنہوں نے نیک عمل کو برے سے مخلوط کیا ہے؟ اور وہ کہاں ہیں جو جنت میں داخل نہیں ہونگے لیکن اس کی خواہش کریں گے۔ زرارہ کہتے ہیں: کیا جہنم میں مؤمن جائے گا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ اس میں داخل نہیں ہو گا سوائے اگر اللہ چاہے۔ زرارہ نے کہا: تو کیا جنت میں کافر داخل ہو گا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔ زرارہ نے کہا: کیا کوئی مؤمن اور کافر کے علاوہ بھی کچھ ہوتا ہے؟ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی بات تمہاری بات سے زیادہ سچی ہے اے زرارہ! میں اللہ کے قول کو ہی مانتا ہوں، اللہ تعالی کہتا ہے... لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴿الأعراف: ٤٦﴾، "وہ اس میں داخل نہیں ہونگے مگر اس کی خواہش رکھیں گے۔" اگر وہ مؤمنین ہوتے تو جنت میں داخل ہو جاتے اور اگر کافر ہوتے تو جہنم میں داخل ہونگے۔ زرارہ نے کہا: تو

وہ کیا ہے ؟امام علیہ السلام نے فرمایا:ان کو ملتوی کردو جیسے اللہ نے ان کو ملتوی کیا ہے۔ جان لو، اگر تم زندہ رہے تو تم اس کلام سے رجوع کرلوگے اور اپنا عقد کھول لوگے۔ راوی نے کہا: اور زرارہ کے ساتھی کہتے ہیں: تم سے کلام سے رجوع کروگے اور ایمان کی گرہ کو کھول دوگے۔

زرارہ کے اصحاب کہتے ہیں: تو جو بھی زرارہ سے ملا تھا وہ امام صادق علیہ السلام سے ملا ہوا تھا، کیونکہ زرارہ کی وفات امام صادق علیہ السلام کے دو ماہ یا اس سے بھی پہلے ہوئی تھی۔ اور امام صادق علیہ السلام کی وفات جب ہوئی تب زرارہ مریض تھے اور اپنے اس مرض میں ہی فوت ہوئے تھے۔(17)

حدیث مذکور میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُبوالعاص بن ربیع اور عثمان بن عفان سے شادی کرانے کا تذکرہ ملتا ہے اگرچہ عدم قائلین کا ممکنہ اشکال ہے کہ یہاں صراحت نہیں کہ وہ ان کی ہی دختران تھیں یا نہیں اور دوسرا اشکال یہ ہے کہ احمد بن ہلال اس میں مجروح راوی ہے۔ تاہم قائلین کے نزدیک چونکہ یہ مؤیدات میں سے ہے تو سندی ضعف متن کو مضر نہیں۔

روایت شانزدہم:

الکافی میں حدیث ہے:

عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ: عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عليه السلام، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم أَبَا بَنَاتٍ».

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹیوں کے باپ تھے۔(18)

دیگر مقامات پر بھی اس کی مراد واضح ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَبَابَنَاتٍ یعنی دختران کے والد تھے جو قائلین بنات اربعہ کے نزدیک اس کی تائید میں ہے کہ بنات اربعہ حقیقی ہیں جبکہ عدم قائلین کے نزدیک یہاں بنات سے مراد مجازی معنی میں ممکن ہے یا یہ تقیہ میں وارد شدہ مرویات میں سے ہے۔

روایت ہفدہم:

عَنْ يُونُسَ رَفَعَهُ قَالَ: قُلْتُ لَهُ زَوَّجَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ اِبْنَتَهُ فُلاَناً قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَكَيْفَ زَوَّجَهُ اَلْأُخْرَى قَالَ قَدْ فَعَلَ فَأَنْزَلَ اَللَّهُ وَلا يَحْسَبَنَّ اَلَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمٰا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِلَى عَذٰابٌ مُهِينٌ.

راوی نے کہا: میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی کی شادی فلاں سے کرائی تھی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: انہوں نے دوسری کی کیسے کرادی؟ امام علیہ السلام نے فرمای: انہوں نے ایسا کیا، تو اللہ نے آیت نازل کی "اور خبردار کفار یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے ان کے حق میں کوئی بہتری رکھی ہے راحت دے کر، (آیت کے آخر میں) رسوا کن عذاب تک۔(19)

قائلین کے نزدیک یہ حدیث بھی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فاطمہ علیہا السلام کے علاوہ دختران تھیں۔ عدم قائلین میں سے جو رجال کے قائل ہیں وہ سندی اشکال کر سکتے ہیں اور جو رجال کے قائل نہیں ہیں ان کے نزدیک یہ روایت مجازی معنی میں بنات کا ذکر کرتی ہے یا تقیہ میں وارد ہے یا دیگر اُسباب کے تحت غیر ثابت ہے۔ درآنحالیکہ اگر اس سے منع کا سبب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان بن عفان سے کیسے تزویج فرمائی تو قائلین کا اشکال ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صلبی بیٹی کی شادی منافق سے نہیں کرا سکتے تو کیا اپنی لے پالک کے لیئے وہ ایسا انتخاب پسند فرمائیں گے جس کی پرورش انہوں نے خود فرمائی ہو اور کیا ایسا انتخابِ ہمسر مطابقِ عدل ہوگا؟

روایت ہشدہم:

ابن ادریس علیہ الرحمہ نے صحابی امام صادق وکاظم علیہاالسلام ابان بن عثمان کی کتاب سے نقل کیاہے جو کہ ان کے پاس موجود تھی:

قَالَ أَخْبَرَنِي ثَعْلَبَةُ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ اَلْأَسَدِيِّ قَالَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ : إِنَّ رَسُولَ اَللَّهِ زَوَّجَ مُنَافِقَيْنِ أَبَا اَلْعَاصِ بْنَ اَلرَّبِيعِ وَسَكَتَ عَنِ اَلْآخَرِ.

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو منافقین سے شادی کرائی تھی: ابوالعاص بن ربیع، اور دوسرے کی بابت انہوں نے خاموشی اختیار کی (20)۔

یہ روایت ابان بن عثمان کی کتاب سے نقل ہے اگرچہ اس میں صراحت نہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی بنات تھیں اور تقیہ کا احتمال باقی ہے لیکن قائلین کے نزدیک یہ روایت قرائن میں مفید ہے۔

روایت نوزدہم:

امام رضا، امام تقی اور امام نقی علیہم السلام کے جلیل القدر صحابی حسین بن سعید اہوازی کی کتاب الزہد میں روایت منقول ہے

وَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَقُولُ: إِنَّ رُقَيَّةَ بِنْتَ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لَمَّا مَاتَتْ قَامَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عَلَى قَبْرِهَا فَرَفَعَ يَدَهُ تِلْقَاءَ اَلسَّمَاءِ وَدَمَعَتْ عَيْنَاهُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اَللَّهِ إِنَّا قَدْ رَأَيْنَاكَ رَفَعْتَ رَأْسَكَ إِلَى اَلسَّمَاءِ وَدَمَعَتْ عَيْنَاكَ فَقَالَ إِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي أَنْ يَهَبَ لِي رُقَيَّةَ مِنْ ضَمَّةِ اَلْقَبْرِ.

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر حضرت رقیہ علیہاالسلام کا انتقال ہوا، تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر انور پر کھڑے ہوئے، پھر آسمان کی جانب اپنے ہاتھ بلند فرمائے، اور ان کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنا چہرہ مبارک آسمان کی طرف بلند فرمایا اور آپ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے پروردگار سے دعاء کی کہ وہ مجھے رقیہ کو فشار قبر سے نجات دلانے کی نعمت عطاء فرمائے (21)۔

حدیث کے الفاظ "رُقَيَّةَ بِنْتَ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ" اپنی دلالت میں واضح ہیں مگر عدم قائلین کے نزدیک انہی اسباب مذکورہ ومکررہ کے تحت یہ روایت اس امر پر دلیل نہیں۔

روایت بیستم:

شیخ طوسی رحمہ اللہ کا بیان ہے:

وَرُوِيَ: أَنَّ أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ (عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ) دَخَلَ بِفَاطِمَةَ (عَلَيْهَا اَلسَّلاَمُ) بَعْدَ وَفَاةِ أُخْتِهَا رُقَيَّةَ زَوْجَةِ عُثْمَانَ بِسِتَّةَ عَشَرَ يَوْماً

اور مروی ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کے یہاں فاطمہ علیہاالسلام کی رخصتی ان کی بہن رقیہ، عثمان کی بیوی کی وفات کے دس دن بعد ہوئی۔ (22)

یہ روایت اگرچہ بلا اسناد ہے لیکن اس کی دلالت واضح ہے کہ حضرت رقیہ علیہاالسلام، حضرت فاطمہ علیہاالسلام کی خواہر تھیں۔ عدم قائلین کا اشکال شاید سندی پہلو سے ہو یا شاید اس پہلو سے ہو کہ یہاں بھی بہن اس معنی میں ہے کہ وہ ایک ہی گھر میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش میں رہے یا یہ اشکال کہ کیسے ممکن ہے کہ ایک بیٹی کی وفات کے چند

ایام بعد ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری بیٹی کی رخصتی فرمادیں؟ قائلین کا جواب اس جہت سے ہے کہ یہ بطور مؤید ہے اور سب کے علم میں ہے کہ تواریخ میں ولادت و وفات اور تزویج کے مسائل میں کثیر اختلاف واقع ہوتا ہے پس بالجزم نہیں کہا جا سکتا کہ کس ترتیب سے اور کن دقیق تواریخ میں کیا اُمور رونما ہوئے۔

پس یہ بیس احادیث جو کتب تشیع میں وارد ہیں اور ان کے علاوہ جو دیگر مرویات ہیں قائلین کے نزدیک حقیقی چار دختران کی دلیل ہیں جبکہ عدم قائلین کے نزدیک ان کی دلالت اس امر پر نہیں ہیں۔ پھر قائلین یہ استدلال کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ذکر ہوا ہے کہ جو جس کی اُولاد ہے اس کو اسی کے والد کے نام سے پکارا جائے:

مَّا جَعَلَ اللَّـهُ لِرَجُلٍ مِّن قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ اللَّائِي تُظَاهِرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللَّـهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ﴿الأحزاب: ٤﴾ ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّـهِ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَـٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّـهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿الأحزاب: ٥﴾

اور اللہ نے کسی مرد کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے اور نہ ہی تمہاری ان بیویوں کو تمہاری مائیں بنایا ہے جن سے تم ظہار کرتے ہو اور نہ ہی اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (حقیقی) بیٹا بنایا ہے اور وہی (سیدھے) راستے کی ہدایت کرتا ہے۔ ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے (حقیقی) باپوں کے نام سے پکارا کرو۔ یہ بات اللہ کے نزدیک زیادہ قرینِ انصاف ہے اور اگر تمہیں ان کے (حقیقی) باپوں کا علم نہ ہو تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں اور تم سے جو بھول چوک ہو جائے اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ ہاں البتہ (گناہ اس پر ہے) جو تم دل سے ارادہ کر کے کرو۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔

نیز شیعہ و سنی روایات میں ان افراد کی مذمت وارد ہوئی ہے جو اپنی ولدیت تبدیل کرتے ہیں اور کسی اور والد یا قبیلے سے خود کو منسوب کرتے ہیں (23)۔ بنابریں قائلین کا استدلال ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ اگر وہ حقیقی بنات نہ تھیں تو خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم قرآنی کی رو سے اس کی نشان دہی نہ فرماتے اور ان کے بعد ائمۂ اطہار علیہم السلام بھی ان کو دخترِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ کر ذکر فرماتے۔

قائلین اپنے استدلال میں علماء اعلام کا قول بھی لاتے ہیں جو ہر دور میں چار صاحبزادیوں کی تائید میں ہے۔ ان میں سے بعض علماء کا موقف ہم ذکر کرتے ہیں:

۱۔ حسین بن روح نوبختی (متوفی 326 ہجری) اعلی اللہ مقامہ از وکلائے امام مہدی عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کا بیان:

...كم بنات رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم؟ فقال: أربع، قال: فأيهن أفضل؟ فقال: فاطمة...

حسین بن روح سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتنی صاحبزادیاں تھیں؟ انہوں نے جواب دیا: چار۔ پوچھا گیا کہ سب سے افضل کونسی تھیں؟ انہوں نے فرمایا: فاطمہ سلام اللہ علیہا۔ (24)

۲۔ ثقۃ الاسلام شیخ کلینی (متوفی 329 ہجری) قدس سرہ کا موقف:

شیخ کلینی علیہ الرحمہ الکافی میں "بَابُ مَوْلِدِ النَّبِيِّ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِه) وَوَفَاتِهِ" میں لکھتے ہیں:

...وَتَزَوَّجَ خَدِيجَةَ وَهُوَ ابْنُ بِضْعٍ وَعِشْرِينَ سَنَةً فَوُلِدَ لَهُ مِنْهَا قَبْلَ مَبْعَثِهِ (عَلَيْهِ السَّلام) الْقَاسِمُ وَرُقَيَّةُ وَزَيْنَبُ وَأُمُّ كُلْثُومٍ وَوُلِدَ لَهُ بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَفَاطِمَةُ (عليها السلام) وَرُوِيَ أَيْضاً أَنَّهُ لَمْ يُولَدْ بَعْدَ الْمَبْعَثِ إِلا فَاطِمَةُ (عليها السلام) وَأَنَّ الطَّيِّبَ وَالطَّاهِرَ وُلِدَا قَبْلَ مَبْعَثِهِ...

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی خدیجہ سلام اللہ علیہا سے ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک بیس اور چند سال تھی، پس بعثت سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے اولاد میں قاسم، رقیہ، زینب اور ام کلثوم علیہم السلام ملے اور بعثت کے بعد طیب، طاہر اور فاطمہ علیہم السلام، اور مروی ہے کہ بعثت کے بعد ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی سوائے فاطمہ علیہا السلام اور کہ طیب اور طاہر ان کی بعثت سے قبل متولد ہوئے تھے۔۔۔الخ۔(25)

۳۔ شیخ مفید (متوفی 413ہجری) رحمہ اللہ کا قول:

شیخ مفید قدس سرہ رقمطراز ہیں:

أن زينب ورقية كانتا ابنتى رسول الله صلى الله عليه وآله والمخالف لذلك شاذ بخلافه

زینب اور رقیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں میں سے دو ہیں اور اس بات کا مخالف اپنی مخالفت میں شاذ ہے۔(26)

وایضاً شیخ طوسی (متوفی 460ہجری) نے اپنی کتاب المبسوط میں بنات اربعہ کا اثبات فرمایا ہے (27) جیسا کہ علامہ ابن شہر آشوب (متوفی 588ہجری) نے اپنی کتاب مناقب آل ابی طالب میں (28)، علامہ مجلسی رضوان اللہ علیہ نے حیات القلوب اور بحار الانوار میں اسی امر کا اثبات کیا ہے اور ان روایات کو معتبر قرار دیا ہے جو ہم نے تحریر میں نقل کی ہیں۔ وہ بعض ان اشکالات کے بھی جواب دیتے ہیں جو وارد ہوتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

و مشهور آن است که دختران آن حضرت چهار نفر بودند و همه از حضرت خدیجه بوجود آمدند: اول - زینب، و حضرت پیش از بعثت و حرام شدن دختر به کافران دادن او را به ابی العاص بن ربیع تزویج نمود، و امامه دختر ابی العاص از او بوجود آمد و حضرت امیر المؤمنین (علیه‌السلام) بعد از حضرت فاطمه به مقتضای وصیت آن حضرت امامه را به نکاح خود در آورد و بعد از شهادت آن حضرت مغیرة بن نوفل بن حارثة بن عبد المطلب او را به حباله خود در آورد... دوم - رقیه، و گویند که او را عتبه پسر ابو لهب تزویج نمود در مکه و پیش از دخول او را طلاق گفت، و در مدینه عثمان او را تزویج نمود و عبد الله از او بوجود آمد و در کودکی مرد. و رقیه در مدینه به رحمت ایزدی واصل شد در هنگامی که جنگ بدر رو داد. سوم - ام کلثوم، و او را نیز عثمان بعد از رقیه تزویج نمود، و گویند که در سال هفتم هجرت به رحمت ایزدی واصل شد. مؤلف گوید: آنچه از روایات ظاهر شد که تزویج و وفات ام کلثوم پیش از تزویج و وفات رقیه بوده است، اقوی واصح است، هر چند ثانی اشهر است؛ و جمعی از علمای خاصه و عامه را اعتقاد آن است که رقیه و ام کلثوم دختران خدیجه بودند از شوهر دیگر مع پیش از رسول خدا
(صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم) داشته و حضرت ایشان را تربیت کرده بود و دختر حقیقی آن جناب نبودند؛ و بعضی گفتند که: دختران هاله خواهر خدیجه بوده اند. و بر نفی این دو قول روایت معتبره دلالت می کند. و بدان که مخالفان بر شیعه شبهه می کنند که اگر عثمان مسلمان نمی بود رسول خدا (صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم) دو دختر خود را به او تزویج نمی نمود و این شبهه باطل است به چند وجه: اول - آنکه ممکن است که تزویج کردن حضرت دختران خود را یا دختران خدیجه را به او پیش از آن باشد که حق تعالی حرام گرداند دختر دادن به کافران را چنانکه به اتفاق مخالفان حضرت زینب را به ابو لعاص تزویج نمود در مکه در وقتی که او کافر بود، و همچنین رقیه و ام کلثوم را بنا بر مشهور میان مخالفان به عتبه و عتیق که پسران ابو لهب بودند و کافر بودند تزویج نموده بود پیش از آنکه به عثمان تزویج نماید. جواب دوم آنکه مسلمان بودن او در وقتی که حضرت دختران خود را به او تزویج نمود، منافات ندارد با آنکه در آخر به انکار کردن نص امیر المؤمنین (علیه‌السلام) و سایر کارهایی که موجب کفر

است از او صادر شد کافر و مرتد شده باشد. جواب سوم که جواب حق است که ایشان داخل منافقان بودند و برای خوف و طمع به ظاهر اظهار به اسلام می کردند و در باطن کافر بودند، و حق تعالی حکم فرموده بود برای حکم و مصالح که آن حضرت بر ایشان در ظاهر حکم اسلام جاری گرداند و در طهارت و مناکحه و میراث دادن و سایر احکام ظاهر ایشان را با مسلمانان شریک گرداند، لهذا آن حضرت در هیچ حکمی از احکام ایشان را از مسلمانان جدا نمی کرد و اظهار نفاق ایشان نمی نمود. و چنانکه خاصه و عامه روایت کرده اند: آن جناب بر عبد الله بن ابی که مشهور به نفاق بود بعد از مردن نماز گزارد برای تألیف قلب ایشان، پس اگر دختر به عثمان داده باشد بنابر آنکه در ظاهر مسلمان بوده است دلالت نمی کند بر آنکه در باطن کافر نبوده است و تألیف قلب ایشان و دختر خواستن از ایشان و دختران دادن به ایشان در ترویج دین اسلام و اعلای کلمه حق مدخلیت عظیم داشت، و در اینها مصالح بسیار بود که اکثر آنها بر عاقل متأمل پوشیده نیست، و اگر آن جناب اظهار نفاق ایشان می نمود و اسلام ظاهر ایشان را قبول نمی فرمود با آن جناب بغیر از قلیلی از ضعفا نمی ماندند چنانکه بعد از آن جناب با امیر المؤمنین (علیه‌السلام) بغیر از سه چهار نفر نماندند، و تفصیل این سخن بعد از این مذکور خواهد شد انشاء الله تعالی.

مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں اور سب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئیں :

پہلی - حضرت زینب: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت سے پہلے، جب کافروں کو بیٹی دینا حرام نہیں ہوا تھا، ان کی شادی ابوالعاص بن ربیع سے کر دی۔ ان سے امامہ پیدا ہوئیں، جن سے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق نکاح کیا۔ بعد میں جب حضرت علی شہید ہوئے تو مغیرہ بن نوفل بن حارثہ بن عبد المطلب نے امامہ سے نکاح کیا۔

دوسری - حضرت رقیّہ: کہا جاتا ہے کہ مکہ میں ان کی شادی ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوئی، لیکن رخصتی سے پہلے ہی عتبہ نے طلاق دیدی۔ پھر مدینہ میں عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا، جن سے عبداللہ پیدا ہوئے، جو بچپن میں فوت ہو گئے۔ رقیّہ مدینہ میں جنگ بدر کے وقت اللہ کے حکم سے وفات پا گئیں۔

تیسری - حضرت ام کلثوم: ان سے بھی عثمان رضی اللہ عنہ نے رقیّہ کے بعد نکاح کیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سن سات ہجری میں وفات پا گئیں۔ مصنف کہتے ہیں: روایات سے جو ظاہر ہوتا ہے، وہ یہ کہ ام کلثوم کا نکاح اور وفات رقیّہ سے پہلے ہوئی، یہی قول زیادہ صحیح اور مضبوط ہے، اگرچہ دوسرا قول زیادہ مشہور ہے۔ بعض علماء اہل تشیع و اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ رقیّہ اور ام کلثوم حضرت خدیجہ کی دوسرے شوہر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے) سے تھیں، جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالا تھا، وہ آپ کی حقیقی بیٹیاں نہیں تھیں۔ بعض نے کہا کہ وہ ہالہ (خدیجہ کی بہن) کی بیٹیاں تھیں، لیکن معتبر روایات ان دونوں اقوال کی نفی کرتی ہیں۔

یاد رہے کہ مخالفین شیعہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر عثمان مسلمان نہ ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی دو بیٹیوں کی شادی ان سے نہ کرتے۔ یہ اعتراض کئی وجوہ سے باطل ہے :

اول: یہ ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شادی اس وقت کی ہو جب اللہ تعالی نے کافروں کو بیٹی دینا حرام نہیں کیا تھا، جیسا کہ مخالفین کے اتفاق سے زینب کی شادی ابوالعاص سے مکہ میں ہوئی جب وہ کافر تھا۔ اسی طرح رقیّہ اور ام کلثوم کی شادی (مشہور قول کے مطابق) عتبہ اور عتیق (ابولہب کے بیٹے) سے ہوئی جو کافر تھے، اس کے بعد عثمان سے نکاح ہوا۔

دوم: جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شادی کی تو عثمان کا مسلمان ہونا بعد میں کفر وارتداد (جیسے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا انکار) میں مانع نہیں۔

سوم: صحیح جواب یہ ہے کہ وہ منافقین میں سے تھے، خوف یا طمع کی وجہ سے ظاہراً اسلام کا اظہار کرتے تھے، لیکن باطن میں کافر تھے۔ اللہ تعالی نے مصلحت کے تحت حکم دیا تھا کہ ظاہری احکام (طہارت، نکاح، میراث وغیرہ) میں انہیں مسلمانوں کے ساتھ رکھا جائے۔ اسی لیئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی انہیں مسلمانوں سے الگ نہیں کیا اور نہ ان

کے نفاق کا اظہار کیا۔ جیسا کہ خاص وعام کی روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی (منافق) کی نماز جنازہ اس کی تالیف قلب کے لیئے پڑھی۔ لہٰذا اگر عثمان سے نکاح کیا گیا تو اس کی ظاہری اسلام کی وجہ سے، یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ باطن میں کافر نہیں تھا۔ تالیف قلب، ان سے بیٹی مانگنا یا انہیں بیٹی دینا، اسلام کی اشاعت اور کلمہ حق کی بلندی میں بہت مؤثر تھا۔ ان میں بہت سی مصلحتیں تھیں جو غور کرنے والے پر پوشیدہ نہیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے نفاق کا اظہار کرتے اور ان کے ظاہری اسلام کو قبول نہ کرتے تو آپ کے ساتھ صرف چند کمزور لوگ ہی رہ جاتے، جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ صرف تین چار افراد رہ گئے تھے۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ بعد میں آئے گی۔ (29)

اسی امر کا تکرار وہ اپنی بحار الانوار میں بھی فرماتے ہیں۔ اور شیخ عباس قمی رضی اللہ عنہ نے منتہی الآمال میں (30) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے قول کی تائید فرمائی ہے۔ اسی طرح شہید ثانی، شیخ بہائی، محقق اردبیلی، شیخ فخر الدین طریحی، سید خوانساری، علامہ مامقانی، شیخ جعفر سبحانی اور دیگر اکابر علمائے امصار واعصار رضی اللہ تعالی عنہم نے بھی اسی امر کی تصریح وتوضیح فرمائی ہے کہ چہار دختران حقیقی ہیں (31)۔

پس قائلین بنات اربعہ یہ احادیث واقوال ذکر کر کے کہتے ہیں کہ اگر معاملہ اس طرح ہے تو پھر ربائب کا قول کس طرح بعض حلقات میں رائج ہوا؟ اس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ سب سے پہلا شخص جس نے یہ قول اپنایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بقیہ تین دختران ان کی نہیں بلکہ سیدہ خدیجہ سلام اللہ علیہا کی ماں شریک بہن حضرت ہالہ کی اولاد ہیں شیخ ابو القاسم علی بن احمد کوفی (متوفی 352 ہجری) تھے جنہوں نے اپنی کتاب "الاستغاثة في بدع الثلاثة" میں یہ ذکر کیا ہے۔ بطور مثال وہ اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں:

وأما ما رووا من تزويج عثمان من الابنتين فقد شرحنا من قصتهما متقدما في ذكر غلط هند بن أبي هند التميمي في نسبهم وما دخل عليهم من الشبهة فيما بين خديجة وبين اختها هالة ما فيه كفاية لمن فهم. وأما ما احتجوا به من قول الرسول صلى الله عليه وآله وسلم لعثمان لو كانت عندي ثالثة ما عدوناك ، فلو علموا ما عليهم في ذلك لاقصروا عن ذكره وذلك انه ان كان تزويج الرسول ـ ص ـ فخرا لمن زوجه ففي رده عن التزويج ذم ونقص على رده، وقد اجمعوا في روايتهم ان ابا بكر خطب فاطمة عليها السلام فرده عن تزويجها ثم خطبها عمر فرده كذلك فان قالوا انه لم ير أبا بكر وعمر موضعا للتزويج ببناته ورأى عثمان موضعا لذلك وأهلا له ففي حق النظرأن يكون عثمان أفضل منهما فان اجازوا فضل عثمان عليهما بانت فضيحتهم في مذهبهم المكوس؟ ، وان قالوا ان تزويج رسول الله (ص) ومنعه أبا بكر وعمر من ذلك لا يوجب فضلا لعثمان عليهما ولا ذما لهما في ردهما ، قيل لهم فذلك ايضا لا يوجب لعثمان فضلا على غيره بهذا التزويج، وفي هذا كفاية لاولي الالباب.

اور جو روایت انہوں نے بیان کی ہے کہ حضرت عثمان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو بیٹیوں سے ہوا، تو ہم نے اس کی تفصیل پہلے بیان کر دی ہے جب ہند بن ابی ہند تمیمی کے نسب میں ان کی غلطی اور خدیجہ اور ان کی بہن ہالہ کے معاملے میں جو اشتباہ پایا جاتا ہے، اسے واضح کر دیا ہے۔ جو سمجھدار لوگوں کے لیئے کافی ہے۔ رہی وہ دلیل جو وہ پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان سے فرمایا: "اگر میرے پاس تیسری (بیٹی) بھی ہوتی تو تمہیں دے دیتا"—— تو اگر وہ اس بات کے مضمرات سمجھتے تو اسے بیان کرنے سے باز رہتے۔ کیونکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح کرانا فخر کی بات ہے، تو نکاح سے روک دینا مذمت اور نقصان کی علامت ہو گی۔ حالانکہ وہ خود اپنی روایات میں متفق ہیں کہ ابو بکر نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کا پیغام بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار کر دیا، پھر عمر نے پیغام بھیجا تو انہیں بھی رد کر دیا گیا۔ اگر وہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر اور عمر کو اپنی بیٹیوں کے لیئے مناسب نہیں سمجھا، لیکن عثمان کو اس کا اہل پایا—— تو عقل کا تقاضا یہ ہے کہ عثمان ان دونوں سے افضل ہونا چاہیے۔ اگر وہ عثمان کی فضیلت مان لیں تو ان کا پورا مذہب الٹ جاتا ہے (کیونکہ وہ ابو بکر و عمر کو افضل سمجھتے ہیں)! اور اگر وہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عثمان سے نکاح کرانا یا ابو بکر و عمر کو روک دینا—— یہ نہ تو عثمان کی فضیلت کی دلیل ہے، نہ ہی ابو بکر و عمر کے لیئے مذمت کی—— تو ان سے کہا جائے گا: پھر یہی بات عثمان کے لیئے بھی ہے کہ یہ نکاح دوسروں پر ان کی کوئی فضیلت ثابت نہیں کرتا۔ عقلمندوں کے لیئے یہی کافی ہے (32)۔

پس آپ دیکھتے ہیں کہ ابو القاسم کوفی کے نزدیک حضرت رقیہ اور حضرت زینب کا وجود اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت میں رہنا ثابت ہے مگر وہ ان کو حضرت خدیجہ علیہا السلام کی ماں شریک بہن حضرت ہالہ کی اولاد سے مانتے ہیں اگرچہ وہ اس کی دلیل میں کوئی حدیث نہیں نقل کرتے۔ مقامِ دیگر پر وہ بیان کرتے ہیں:

اما ما روت العامة من تزويج رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عثمان بن عفان رقية وزينب فالتزويج صحيح غير متنازع فيه انما التنازع بيننا وقع في رقية وزينب هل هما ابنتا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان ليستا ابنته وليس لاحد من اهل النظر إذا وجد تنازعا من خصمين كل منهما يدعي ان الحق معه وفي يده الميل الى احد الخصمين دون الاخر بغير بيان وايضاح ، ويجب البحث عن صحة كل واحد منهما بالنظر والاختبار والتفحص والاعتبار فإذا اتضح له الحق منهما وبان له الصدق من احدهما اعتقد عند ذلك قول المحق من الخصمين واطرح الفاسد من المذهبين ولم يدحضه كثرة مخالفين وقلة عدد مؤالفيه فان الحق لا يتضح عند اهل النظر والفهم والعلم والتمييز والطلب لكثرة متبعيه ولا يبطل لقلة قائليه وانما يتحقق الحق ويتضح الصدق بتصيح النظر والتمييز والطلب للشواهد والاعلام التي تنجاب معها طخياء الكلام ، ونحن نبين ونوضح وبالله التوفيق ان رقية وزينب زوجتي عثمان لم يكونا ابنتي رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ولا ولد خديجة زوجة رسول الله صلى الله عليه واله وانما دخلت الشبهة على العوام فيهما لقلة معرفتهم بالانساب وفهمهم بالاسباب ، وذلك انا ظرنا في الاثار المختلفة فيهما وما يصح به معرفتهما فوجدنا الاجماع من اهل النقل على ان رسول الله (ص) قد كان زوج هاتين المرأتين المنسوبتين عند العوام إليه في الجاهلية من ابي العاص بن الربيع ومن عتبة بن ابي لهب فكانت زينب عند ابي العاص ودخل بها وهي في منزله وكانت رقية متزوجة بعتبة بن ابي لهب ولم يكن دخل بها وهي في منزله فلما اظهر رسول الله ص دعوته ودعا الى نبوته وظهرت عداوة قريش له على ذلك قالت قريش لعتبة ابن ابي لهب طلق رقية بنت محمد حتى نزوجك بمن شئت من نساء قريش ففعل ذلك ، وقالوا لابي العاص مثل ذلك فلم يفعل وقال ما اريد باهلي بدلا فبقيت زينب عنده على حالها... ولما وجب ذلك كذلك ثبت ان الرسول صلى الله عليه وآله وسلم كان في زمن الجاهلية على دين يرتضيه الله منه غير دين الجاهلية. وقد شرحنا من هذا الحال في كتاب الانبياء ما فيه كفاية لاولى الالباب. ولما وجب ما وصفناه وثبتت حجته كان محالا ان يزوج رسول الله (ص) ابنتيه من كافرين من غير ضرورة دعت الى ذلك وهو مخالف لهم في دينهم عارف بكفرهم والحادهم... ولما فسد هذا بطل ان تكونا ابنتيه وصح لنا فيهما ما رواه مشايخنا من اهل العلم عن الائمة من اهل البيت عليهم السلام وذلك ان الرواية صحت عندنا عنهم انه كانت لخديجة بنت خويلد من امها اخت يقال لها هالة قد تزوجها رجل من بني مخزوم فولدت بنتا اسمها هالة ثم خلف عليها بعد ابي هالة رجل من تميم يقال له أبو هند فأولدها ابنا كان يسمى هندا بن ابي هند وابنتين فكانتا هاتان الابنتان منسوبتين الى رسول الله (ص) زينب ورقية من امرأة اخرى قد ماتت. ومات أبو هند وقد بلغ ابنه مبالغ الرجال والابنتان طفلتان وكان في حدثان تزويج رسول الله (ص) بخديجة بنت خويلد ، وكانت هالة اخت خديجة فقيرة وكانت خديجة من الاغنياء الموصوفين بكثرة المال ، فاما هند ابن ابي هند فانه لحق بقومه وعشيرته بالبادية ، وبقيت الطفلتين عند امهما هالة اخت خديجة فضمت خديجة اختها هالة مع الطفلتين وكفلت جميعهم ، وكانت هالة اخت خديجة هي الرسول بين خديجة وبين رسول الله (ص) في حال التزويج فلما تزوج رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بخديجة ماتت هالة بعد ذلك بمدة يسيرة وخلفت الطفلتين زينب ورقية في حجر رسول الله صلى عليه واله وحجر خديجة فربياهما ، وكان من سنة العرب في الجاهلية من يربي يتيما ينسب ذلك اليتيم إليه ، وإذا كانت كذلك فلم يستحل لمن يربيها تزويجها لانها كانت عندهم بزعمهم بنت المربي لها فلما ربى رسول الله (ص) وخديجة هاتين الطفلتين الابنتين ابنتي أبي هند زوج اخت خديجة نسبتا الى رسول الله (ص) وخديجة... فكان رسول الله صلى الله عليه واله في نسب ابنتي ابي هند على ما وصفناه من سنة العرب في الجاهلية فدرج نسبهما عند العامة كذلك ، ثم نسب اخوهما ايضا هند الى خديجة إذ كان اسم خديجة ثابتا معروفا وكان اسم اختها هالة خاملا مجهولا فظنوا لما غلب اسم خديجة على اسم هالة اختها في نسب ابنها ان ابا هند كان متزوجا بخديجة قبل رسول الله (ص) فاتصبوا؟ إليها لذلك وتحقق في ظنهم بجهلهم بأمهم اخت خديجة ان هندا كان قد عمر حتى لحق ايام الحسين عليه السلام فقتل بين يديه وهو شيخ فقال الناس قتل خال الحسين عليه السلام هند ابن ابي هند التميمي وانه كان هند ابن خالة فاطمة ام الحسين عليهما السلام على ما شرحناه فلم يميز العوام هذا القول

وقدر السامع له ان هندا كان ابن خديجة ولم يجعلوا ابا هند التميمي انه والد هند لبلوغ هند قبل موت ابي هند وجهلوا اسم هالة اختها ام هند بن ابي هند التميمي...

رہی بات اس کی جو عامہ (غیر شیعہ) نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان بن عفان سے رقیہ اور زینب کا نکاح کیا، تو یہ نکاح صحیح ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہمارے درمیان جو اختلاف ہے وہ رقیہ اور زینب کے بارے میں ہے کہ کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں تھیں یا نہیں۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ وہ آپ کی بیٹیاں نہیں تھیں۔ کوئی بھی صاحبِ عقل جب دو مخالفین کے درمیان اختلاف دیکھتا ہے، جہاں ہر ایک دعویٰ کرتا ہے کہ حق اس کے ساتھ ہے، تو وہ بغیر دلیل کے کسی ایک کی طرف جھکاؤ نہیں کرتا۔ بلکہ ہر ایک کے دعوے کو تحقیق، جانچ اور غور و فکر سے پرکھتا ہے۔ جب اس پر حق واضح ہو جاتا ہے اور ایک کی سچائی ظاہر ہوتی ہے، تو وہ حق بات کو مان لیتا ہے اور غلط موقف کو رد کر دیتا ہے۔ اسے مخالفین کی کثرت یا موافقین کی قلت متاثر نہیں کرتی، کیونکہ حق اہلِ علم و فہم کے نزدیک پیروکاروں کی تعداد سے ثابت نہیں ہوتا، نہ ہی قائلین کی کمی سے باطل ہو جاتا ہے۔ حق کو تحقیق، تمیز اور شواہد کی روشنی میں پہچانا جاتا ہے۔ ہم واضح کرتے ہیں (اور اللہ توفیق دینے والا ہے) کہ رقیہ اور زینب، جو عثمان کی بیویاں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں نہیں تھیں، نہ ہی وہ خدیجہ سلام اللہ علیہا کی اولاد میں سے تھیں۔ عام لوگوں کو اس میں شبہہ صرف انساب اور حالات کی کم علمی کی وجہ سے ہوا۔ ہم نے مختلف آثار اور صحیح روایات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ اہلِ نقل کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں عورتوں (جنہیں عوام آپ کی بیٹیاں سمجھتے ہیں) کا نکاح جاہلیت کے دور میں ابو العاص بن ربیع اور عتبہ بن ابی لہب سے کیا تھا۔ زینب ابو العاص کے گھر میں تھیں اور انہوں نے ان کے ساتھ ازدواجی تعلق بھی قائم کر لیئے تھے، جبکہ رقیہ عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں لیکن انہوں نے ابھی ان کے ساتھ رخصتی نہیں کی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعوت ظاہر کی اور قریش کی دشمنی بڑھی تو انہوں نے عتبہ سے کہا: "رقیتہ بنت محمد کو طلاق دے دو، ہم تمہیں قریش کی کوئی بھی لڑکی سے نکاح کر دیں گے۔" چنانچہ عتبہ نے طلاق دے دی۔ انہوں نے ابو العاص سے بھی یہی کہا، لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا: "میں اپنی بیوی کو کسی سے بدلنا نہیں چاہتا۔" اس طرح زینب ان کے پاس ہی رہیں۔۔۔ یہ ثابت ہونے سے یہ بھی واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاہلیت کے دور میں بھی ایک ایسے دین پر تھے جو اللہ کو پسند تھا، نہ کہ مشرکانہ عقائد پر۔ ہم نے اس کی تفصیل اپنی کتاب "الانبیاء" میں بیان کی ہے۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی تو یہ محال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کا نکاح دو کافروں سے کر دیا ہو، جبکہ آپ ان کے دین اور کفر والحاد سے واقف تھے۔۔۔ پس جب یہ فاسد ہوا تو باطل ہوا کہ رقیہ اور زینب آپ کی بیٹیاں تھیں ہمارے علمائے اہلِ بیت علیہم السلام سے جو روایت صحیح سند سے ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ خدیجہ بنت خویلد کی والدہ کی ایک بیٹی (یعنی خدیجہ کی بہن) ہالہ تھی، جن کی شادی بنو مخزوم کے ایک شخص سے ہوئی، جن سے ان کے ہاں ایک بیٹی ہالہ پیدا ہوئی۔ بعد میں ابو ہالہ کے انتقال کے بعد ان کی شادی تمیم قبیلے کے ایک شخص ابو ہند سے ہوئی، جن سے ان کے ہاں ایک بیٹا ہند بن ابو ہند اور دو بیٹیاں (زینب اور رقیہ) پیدا ہوئیں۔ یہ دونوں لڑکیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہو گئیں، حالانکہ وہ کسی دوسری عورت (ابو ہند کی پہلی بیوی) کی اولاد تھیں۔ جب ابو ہند فوت ہوئے تو ان کا بیٹا ہند جوان ہو چکا تھا، جبکہ دونوں بچیاں (زینب اور رقیہ) چھوٹی تھیں۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدیجہ بنت خویلد سے نکاح ہوا۔ خدیجہ کی بہن ہالہ غریب تھیں، جبکہ خدیجہ مالدار تھیں۔ ہند بن ابو ہند اپنے قبیلے کے ساتھ صحرا میں چلا گیا، اور دونوں بچیاں اپنی ماں ہالہ (خدیجہ کی بہن) کے پاس رہ گئیں۔ خدیجہ نے اپنی بہن اور بچیوں کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ ہالہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدیجہ کے درمیان نکاح کے وقت پیغام رسانی کرتی تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدیجہ سے نکاح ہو گیا تو کچھ عرصے بعد ہالہ فوت ہو گئیں، اور دونوں بچیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدیجہ کی پرورش میں آ گئیں۔۔۔ عربوں میں جاہلیت کا رواج تھا کہ اگر کوئی کسی یتیم کی پرورش کرتا تو اسے اپنی اولاد میں شمار کرتا تھا۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدیجہ نے ان دونوں بچیوں (ابو ہند کی بیٹیوں) کی پرورش کی تو لوگوں نے انہیں آپ کی بیٹیاں سمجھ لیا۔ بعد میں عام لوگوں نے ہند بن ابو ہند کو بھی خدیجہ کا بیٹا سمجھ لیا، کیونکہ خدیجہ کا نام مشہور تھا، جبکہ ان کی بہن ہالہ کا نام گم ہو گیا۔ لوگوں نے یہ غلط فہمی پال لی کہ ابو ہند خدیجہ کے پہلے شوہر تھے، حالانکہ وہ ہالہ کے شوہر تھے۔ یہاں تک کہ ہند بن ابو ہند کو امام حسین علیہ السلام کے زمانے میں ان کا "خال" (ماؤں کا بھائی) سمجھا جانے لگا، جبکہ وہ درحقیقت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خالہ (ہالہ) کا بیٹا تھا۔۔ لیکن عوام نے اس حقیقت کو نہ سمجھا، اور جو اس بات کو سنتا، وہ یہی گمان کرتا کہ ہند، خدیجہ کا بیٹا ہے، اور یہ نہ جان پایا کہ اصل میں ابو ہند التمیمی ہی ہند کا باپ تھا، کیونکہ ہند اپنے والد کی زندگی میں بالغ ہو چکا تھا،، اور وہ یہ بھی نہ جان سکے کہ ہند بن ابی ہند تمیمی کی ماں، خدیجہ کی بہن ہالہ تھی (نہ کہ خدیجہ علیہا السلام)۔۔۔(33)۔

پس ابو القاسم کوفی کا نظریہ ہے کہ حضرت زینب اور حضرت رقیہ کی والدہ کا اسم گرامی حضرت ہالہ تھا اور یہ حضرت ہالہ بنت خویلد نہیں بلکہ یہ حضرت ہالہ دیگر ہیں جو کہ حضرت خدیجہ کی ماں شریک بہن ہیں۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد علیہا السلام اور ان ہالہ (جو کہ ہالہ بنت خویلد نہیں) کی والدہ مشترک تھیں۔ پھر ان ہالہ کا نکاح بنی مخزوم کے ایک فرد سے ہوا جس سے ان کی ایک اور بیٹی بنام ہالہ متولد ہوئیں۔ اس کے بعد ان ہالہ کا عقد ابو ہند سے ہوا اور ان کو اولاد ہوئی جن کے نام تھے ہند بن ابی ہند تمیمی، زینب اور رقیہ۔ یہ زینب اور رقیہ تھیں جو لوگوں میں شبہہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ بنت خویلد علیہا السلام کی نسبی و نسلی بیٹیاں محسوب ہوئیں حالانکہ ابو القاسم کوفی کے نزدیک ایسا نہ تھا بلکہ یہ حضرت ہالہ کی بیٹیاں تھیں جو کہ حضرت خدیجہ کی ہمشیرہ تھیں اور ان کی والدہ مشترک تھیں مگر والد جدا تھے۔ یہ امر ذکر کرنا اس لیئے بھی ضروری ہے کیونکہ قائلین کا کہنا ہے کہ اگر یہ بیانیہ قبول کیا جائے کہ ام کلثوم، رقیہ اور زینب حضرت ہالہ کی بیٹیاں تھیں تو ابو العاص بن ربیع تو خود حضرت ہالہ بنت خویلد کے فرزند تھے اور ان کا عقد

حضرت زینب (بنت ہالہ) سے ذکر ہوا ہے۔ پس اس صورت میں تو بہن بھائی کا عقد لازم آئے گا جو کہ جاہلیت واسلام ہر دو میں قبیح تھا اور کسی شریعت میں جائز نہیں رہا (آدم علیہ السلام کی اولاد میں بھی ہم اس نکاح کو جائز نہیں سمجھتے اگرچہ بعض اہل سنت اس طرف گئے ہیں)۔ پس اس کا جواب ان کی طرف سے یہی ہے کہ ابوالعاص، ہالہ بنت خویلد کے فرزند تھے جبکہ حضرت زینب اور حضرت رقیہ ایک اور ہالہ کی اولاد ہیں جو حضرت خدیجہ بنت خویلد کی ماں شریک بہن ہیں کیونکہ والدہ مشترک ہے مگر والد مشترک نہیں جبکہ حضرت ہالہ بنت خویلد اور حضرت خدیجہ بنت خویلد کے ماں باپ دونوں مشترک ہیں۔ اور چونکہ ہند بن ابی ہالہ یا ہند بن ابی ہند تمیمی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ربیب یعنی متبنی یا لے پالک تھے پس یہ شبہہ عوام میں داخل ہوا کہ یہ تمام حضرت خدیجہ کے ہی فرزندان ودختران ہیں اور کہ حضرت خدیجہ علیہا السلام کے دو اور بعض کے نزدیک تین عقد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل ہو چکے تھے۔ مگر قائلین کا استدلال ہے کہ ابوالقاسم کوفی ایک غیر امام اور غیر معصوم ہے اور وہ اپنا موقف بیان کر رہے ہیں جو صحیح یا غلط ہو سکتا ہے جبکہ ہمارے پاس متعدد احادیث میں صراحت ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی صاحبزادیاں ہیں، پس حدیث مقدم ہے تاریخ یا انساب وغیرہ پر۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ ملیکۃ العرب حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی کسی ماں شریک بہن بنام ہالہ کا وجود تواریخ میں کہیں نہیں ملتا سوائے ابوالقاسم کوفی کے ادعاء کے۔ پس جب ہالہ نامی کسی اور خواہر کا ذکر کتب میں نہیں تو یہ ایک خیالی نظریہ ہے جس کی کوئی اساس نہیں۔ اس سب کے جواب میں عدم قائلین کے لیئے جائز ہے کہ کہیں: درایت، روایت سے افضل ہے جیسا کہ عقل ونقل کی رو سے ثابت ہے پس جہاں دونوں میں تعارض یا تناقض ہو تو درایت کو ترجیح دی جائے گی۔ قائلین بنات اربعہ کہتے ہیں کہ خود یہ نظریہ متعارف کروانے والا فرد بھی تشیع میں معتمد علیہ یا معتد بہ شخصیت نہیں کیونکہ اس پر جرح وارد ہوئی ہے جیسا کہ کتب فہرست ورجال میں موجود ہے۔ شیخ نجاشی اعلی اللہ مقامہ کہتے ہیں:

وغلا في اخر أمره وفسد مذهبه وصنف كتبا كثيرة أكثرها على الفساد

وہ اپنی عمر کے آخر میں غالی اور فاسد المذہب ہو گیا اور اس نے کئی کتب تصنیف کیں جن میں سے اکثر فساد پر ہیں (34)۔

شیخ الطائفہ طوسی رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

كان اماميا مستقيم الطريقة، وصنف كتبا كثيرة سديدة، منها كتاب الأوصياء، وكتاب في الفقه على ترتيب كتاب المزني، ثم خلط وأظهر مذهب المخمسة، وصنف كتبا في الغلو والتخليط، وله مقالة تنسب إليه.

وہ امامی تھا، سیدھی راہ پر تھا اور اس نے کئی درست کتب تصنیف کیں جن میں کتاب الاوصیاء ہے، اور ایک کتاب فقہ میں جو کتاب مزنی کی ترتیب پر ہے۔ پھر وہ خلط (غلو) کا شکار ہوا اور اس نے مخمسہ کا مذہب ظاہر کیا اور غلو وتخلیط پر کتب تصنیف کیں، اور اس کا ایک مقالہ ہے جو اس سے منسوب ہے (35)۔

شیخ ابن عضائری اعلی اللہ مقامہ کا کہنا ہے:

المدّعي العلويّة. كذّاب، غال، صاحب بدعة ومقالة. رأيت له كتبا كثيرة، لا يلتفت إليه.

یہ علوی ہونے کا دعویدار ہے، غالی، بدعت ومقالہ والا ہے، میں نے اس کی کئی کتب دیکھی ہیں، اس کی طرف کوئی التفات نہ ہوگا (36)۔

علامہ نجاشی اور شیخ ابن عضائری علیہما الرحمہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ علوی ہونے کے دعویدار ہیں کیونکہ بعض نے ان کا نسب بنی ہارون بن کاظم علیہ السلام سے جوڑا جبکہ بعض نے موسی مبرقع بن امام تقی جواد علیہ السلام سے نسبت دی اگرچہ اکثر نسابہ اس دعوے کو مسترد کرتے ہیں۔ اور اس امر کی تفاصیل کے لیئے آپ کتب انساب سے رجوع فرما سکتے ہیں۔ پس علماء کے نزدیک اَبوالقاسم کوفی کا تعلق اولاً امامیہ سے اور بعد ازاں غلات کے مخمسہ فرقے سے تھا۔ اس کے جواب میں عدم قائلین بنات اربعہ کا کہنا ہے کہ رجالی علماء نے اہل معرفت کو ہمیشہ غلو وارتفاع سے وصف کیا چونکہ خود ان کا تعلق مقصرہ سے تھا پس جس کو بھی یہ علماء غالی قرار دیں در حقیقت وہ ہمارے نزدیک ثقہ ہے اور یہ اس کی توثیق کی زیادہ ابیَن دلیل قرار پاتی ہے۔ دلچسپ بات ہے کہ اپنی اسی کتاب میں شیخ ابوالقاسم کوفی نے اگرچہ حضرت زینب اور حضرت رقیہ کا لے پالک ہونا قبول کیا ہے لیکن وہیں وہ حضرت ام کلثوم بنت علی علیہما السلام کا حضرت عمر سے جبری نکاح دیگر علماء کی مانند قبول کرتے ہیں (37)۔ ایک اور دلچسپ امر یہ ہے کہ شیخ ابوالقاسم کوفی نے زینب اور رقیہ کو تو حضرت ہالہ کی اولاد قرار دیا ہے مگر حضرت ام کلثوم کے لیئے ایسی کوئی نسبت قرار نہ دی جس سے ان کا معاملہ مبہم رہتا ہے۔

موقف دوم: یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ربائب تھیں

جیسا کہ ہم ذکر کر چکے یہ موقف تاریخی شواہد کی رو سے سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری میں ابوالقاسم کوفی نے اپنایا اور جمہور شیعہ علماء نے اس کو قبول نہ کیا بلکہ ان کی اکثریت نے ان کے حقیقی بنات ہونے کا اثبات کیا جیسا کہ چند علماء کا ذکر ہم گذشتہ مبحث میں کر چکے۔ ایضاً ہم نے مذکورہ ادلہ کے رد و پر ان کے بعض تبصرے بھی نقل کیئے از آں جملہ ان روایات کا مردود ہونا یا تقیہ پر محمول ہونا یا مجاز میں بنت کا لفظ استعمال ہونا ذکر ہوا ہے۔

ممکن ہے کوئی ایک روایت سے استدلال کرے جو کہ یہ ہے:

188 وَبِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ (ص) يَا عَلِيُّ إِنَّكَ أُعْطِيتَ ثَلَاثاً لَمْ يُعْطَهَا أَحَدٌ مِنْ قَبْلِكَ قُلْتُ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي وَمَا أُعْطِيتُ قَالَ أُعْطِيتَ صِهْراً مِثْلِي وَأُعْطِيتَ مِثْلَ زَوْجَتِكَ وَأُعْطِيتَ مِثْلَ وَلَدَيْكَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ

اور اس اسناد سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی، تمہیں تین ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو تم سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ تو میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں، مجھے کیا دیا گیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں مجھ جیسا سسر ملا ہے، اور تمہیں اپنی زوجہ (فاطمہ علیہا السلام) جیسی زوجہ ملی، اور حسن و حسین علیہا السلام جیسی اولاد ملی۔ (38)

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہوا ہے کہ امام علی علیہ السلام کے علاوہ ان سے قبل کسی کو یہ نسبت عطا نہ ہوئی من جملہ کہ امام علی علیہ السلام کو ایسے سسر ملے جو کسی اور کو نہ ملے یعنی اس کی دلالت یہ ہے کہ اَبوالعاص بن ربیع یا عثمان بن عفان کو یہ فضیلت نہ مل سکی جوا گرچہ بنات کے صلبی ہونے کے منافی نہیں مگر ضمنی طور پر اس سے یہ مفہوم اخذ ہو سکتا ہے کہ یہ زواج منعقد نہ ہوئے تھے اگرچہ یہ ان صریح مرویات سے منافات رکھتا ہے جن میں اس کا اثبات ہے اور علماء کے اقوال کے بھی منافی ہے جو اس کا اثبات کرتے ہیں۔ نیز قائلین بنات یہ اشکال کر سکتے ہیں کہ یہ روایت من حیث السند اس قدر قوی نہیں جس قدر دیگر مرویات قوی ہیں اور کہ اس میں سندی ضعف ہے اگرچہ اس کو اس طور پر برطرف کیا جا سکتا ہے کہ یہ تین اسانید سے مروی ہے جو کہ عندالبعض حدیث کو درجۂ صحت تک پہنچانے میں کفایت کرتا ہے۔ قائلین بنات اربعہ کہتے ہیں کہ ایک جانب ایک روایت ہے جس میں عدم اثبات پر ضمنی دلالت ہے جبکہ صریح دلالت پر متعدد مرویات ہیں پس ان کے نزدیک صریح دلالت والی احادیث مقدم ہیں۔ نیز قائلین کا کہنا ہے کہ عدم قائلین بنات کی طعن و تشنیع قائلین بنات پر یہ رہتی ہے کہ آپ رجالی واجتہادی اور قیاسی اصول کے تحت کئی احادیث کو مسترد کر دیتے ہیں۔ تو جواب میں قائلین بنات کا کہنا ہے کہ اس مقام پر آپ بھی یہی فعل انجام دے رہے ہیں کہ بغیر کسی بیّن دلیل یا حدیث کے آپ ان احادیث کو قبول نہیں فرماتے۔

ایک اور اشکال جو عدم قائلین بنات اربعہ وارد کرتے ہیں یہ ہے کہ ان بنات کا زواج کفار و مشرکین سے ہوا تو کیسے ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سگی بیٹیوں کو کفار و مشرکین سے تزویج کرائیں۔ اس کا جواب قائلین کا جواب وہی ہے جو علامہ مجلسی علیہ الرحمہ سے نقل ہوا کہ یہ نزول شریعت سے قبل کا معاملہ ہے جب یہ احکام اسلام نہ تھے نیز خود نوح ولوط علیہا السلام کی بیویاں بھی قرآن کی رو سے کافرات تھیں (39) اور اسی طرح تشیع میں بعض ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اصناف کفار و منافقین میں شامل کیا جاتا ہے تو جس طرح وہ نکاح بعض مصلحتوں کے تحت جائز ہوا یہ بھی ہوا۔ اس کی دلیل میں وہ امام صادق علیہ السلام کی روایت بھی ذکر کرتے ہیں جو ہم نقل کر چکے کہ جس میں صادق آل محمد صلوات اللہ علیہم کا فرمانا ہے "قَدْ زَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ (ص) أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيعِ وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَتَزَوَّجَ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَغَيْرَهُمَا"۔

نیز عدم قائلین بنات اربعہ کا کہنا ہے کہ اگر یہ واقعاً بنات تھیں تو ان کی وہ فضیلت کیوں وارد نہ ہوئی جس کا جواب ہم طرف مخالف سے ذکر کر چکے کہ ہر ایک کا مقامِ معلوم ہے جس طرح امام علی علیہ السلام کو دیگر اَبناءِ ابی طالب علیہ السلام میں جو مقام حاصل ہے اور فقط ان کو ہی امامت و خلافت ملی یا جو مقام زینب سلام اللہ علیہا کو دیگر دختران علی علیہ السلام میں ہے بقیہ کو عطا نہ ہوا نہ ان کے فضائل میں مرویات میسر و متوفر ہیں۔ بلکہ خود ابراہیم، طاہر، اور قاسم کی فضیلت میں بھی احادیث دستیاب نہیں جس طرح فاطمہ علیہا السلام کی بابت منقول ہیں۔ نیز عدم قائلین کا کہنا ہے کہ اگر یہ حقیقی دختران تھیں تو واقعۂ مباہلہ میں ان کو ہمراہ کیوں نہ لے جایا گیا؟ تو اس کا جواب قائلین یہ دیتے ہیں کہ مباہلہ کا واقعہ دس ہجری کا ہے اور اس وقت تک بقیہ تین دختران کا وصال ہو چکا تھا کیونکہ حضرت رقیہ کا انتقال 2 ہجری میں، حضرت زینب کا وصال 8 ہجری میں اور حضرت ام کلثوم کا وصال 9 ہجری میں

ہوا، جس کے سبب یہ ممکن نہ تھا۔ نیز عدم قائلین کا استدلال ہے کہ اگر واقعاً چار دختران تھیں تو واقعۂ کساء میں ان کو شامل کیوں نہ کیا گیا تو قائلین کا جواب اسی طرز پر ہے کہ یہ واقعہ جس سنہ میں ہوا اس سے قبل بقیہ تین بیٹیاں انتقال کر چکی تھیں۔

اسی سے مربوط قضیہ یہ ہے کہ عدم قائلین کا کہنا ہے کہ فاطمہ علیہا السلام کی اولاد یعنی سادات فاطمی تو دنیا بھر میں منتشر اور معلوم ہیں لیکن دیگر دختران اگر تھیں تو ان کی اولاد کا کوئی اثر کیوں نہیں ملتا؟ قائلین کا جواب یہ ہے کہ زینب اور رقیہ کے یہاں اولاد ہوئی (زینب کے فرزند علی بن ابی العاص اور رقیہ کے عبداللہ بن عثمان) لیکن وہ طفولیت میں ہی وفات پا گئے جبکہ ام کلثوم کی وفات رخصتی سے ہی قبل ہو گئی۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزندان بھی تھے مگر ان کی بھی اولاد نہ چلی کیونکہ وہ طفولیت میں دنیا سے پردہ فرما گئے تو یہ خصوصی امتیاز اور فضیلت سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہراء صلوات اللہ علیہا کو ہی حاصل ہوئی۔

وایضاً عدم قائلین کا کہنا ہے کہ جن بنات کی تزویج کا ذکر کتب میں ملتا ہے ان کی عمریں بوقت عقد نکاح اس قدر کم تھیں کہ یہ ممکن نہیں کہ ان کا زواج ان عمروں میں ہوا ہو۔ کیونکہ بعض تواریخ میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زواج سیدہ خدیجہ علیہا السلام سے 25 سال کی عمر میں ہوا جبکہ اعلان نبوت 40 سال کی عمر میں ہوا اور نبوت سے پانچ سال قبل انہوں نے تینوں بیٹیوں کی تزویج کروادی تھی۔ پس چالیس اور پچیس کے مابین پندرہ کا فاصلہ ہے اور تواریخ میں ہے کہ پہلی اولاد خدیجہ علیہا السلام سے زواج کے پانچ سال بعد ہوئی۔ جبکہ اعلان نبوت سے پانچ سال قبل ہی تینوں کی شادیاں ہو چکی تھیں۔ پس تیس سال کی عمر مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلی اولاد ہوئی اور پینتیس سال کی عمر مبارک میں ان کی بیٹیوں کے نکاح ہو چکے تھے۔ تو کیسے ممکن ہے کہ پانچ سالوں میں تین بیٹیوں کی ولادت بھی ہو جائے اور ان کے نکاح بھی ہو جائیں؟ قائلین اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ اولاً تواریخ ظنی ہیں اور اس میں کثیر اختلاف ہے جیسا کہ نمایاں شخصیات کی ولادت، وفات، اور دیگر معاملات میں کثیر اختلاف ہے جو تاریخ کے ادنیٰ طالب علم پر بھی مخفی نہیں۔ وایضاً قائلین بنات کہتے ہیں کہ یہ تواریخ نادرست ہیں کیونکہ بطور مثال حضرت ام کلثوم کی عمر بوقت وصال سنہ 9 ہجری میں 27 سال تھی جبکہ ان کا حضرت عثمان سے زواج 3 ہجری میں ہوا جبکہ حضرت ام کلثوم کی عمر 20 سال ہوئی۔ اسی طرح حضرت رقیہ کی وفات کے وقت ان کی عمر 21 سال تھی اور ان کا پہلا شوہر عتبہ بن ابی لہب تھا جبکہ ان کی عمر دس سال سے کم تھی۔ اور یاد رہے کہ شیعی کتب میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شہادت کا ذکر 18 سال کی عمر میں ہے جبکہ زواج اس سے نو سال قبل یعنی 9 سال کی عمر میں ذکر ہوا ہے اور الکافی اور دیگر کتب میں "بَابُ تَزْوِيجِ الصِّبْيَانِ" وغیرہ میں نو سال میں شادی کرانے کے جواز پر متعدد احادیث موجود ہیں جس کے لیئے وسائل الشیعہ کو بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ نیز حضرت زینب کی وفات سنہ 9 ہجری میں ہوئی جبکہ عمر مبارک 29 سال تھی اور نکاح کے وقت ان کی عمر بھی دس سال سے کم یعنی 9 سال کے قریب ذکر ہے جو کہ فی نفسہ شریعت میں جائز ہے اور اس پر شیعہ کتب حدیث میں تواتر کی حد تک روایات موجود ہیں۔ مگر یاد رہے کہ قائلین کا کہنا ہے کہ یہ اس احتمال پر ہے کہ واقعاً تواریخ کی بات درست ہے کہ فلاں سنہ میں ولادت اور فلاں سنہ میں وفات ہوئی اگرچہ خود یہ بھی ظنی امر ہے کیونکہ غیر حجت اور غیر معصوم مؤرخین نے اپنی کتب میں اختلافی اقوال میں سے یہ ذکر کیئے ہیں۔ اور حقیقتِ امر سے خدا تعالیٰ ہی واقف ہے۔

لہذا وہ علماء عدم قائلین بنات اربعہ ہیں ان میں سے شیخ أبو القاسم کوفی متقدمین میں سے ہیں اور متاخرین میں سے علامہ جعفر مرتضی عاملی قدس سرہ در کتاب "بنات النبي أم ربائبه" اور شیخ نجاح طائی جنہوں نے اپنی کتاب "أزواج النبي وبناته" میں اس قضیہ پر بحث کی ہے اور بنات کے ربائب ہونے کا اثبات کیا ہے۔ ان سے قبل علامہ غلام حسین نجفی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول" میں اور علامہ مرزا یوسف حسین اعلی اللہ مقامہ نے اپنی کتاب "البتول فی وحدت بنت الرسول" میں سیدہ فاطمہ علیہا السلام کو واحد حقیقی نسلی و نسبی دختر ہونے کا قول اپنایا ہے اور اس پر ادلہ قائم کیئے ہیں۔ ان علماء کے ادلہ ان کی کتب میں ملاحظہ ہو سکتے ہیں جو کہ کم و بیش اسی نوعیت کے ہیں جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا اور دوسرے فریق کے ان اسئلہ پر اجوبہ اسی طرز پر ہیں جو ہم بیان کر چکے۔

پس اس تحقیق میں ہم نے مفصلاً طرفین کے ادلہ اور نکات کو ذکر کیا ہے اور ہر دو موقف آشکارا کیئے ہیں تا کہ جو بھی مطالعہ کرے واقف ہو سکے کہ کس کے دلائل کس قدر وزنی ہیں اور اپنا موقف اس علم کی بناء پر قائم کرے۔ والله تعالى الموفق للصواب وهو اعلم به۔

مآخذ:

(1) تهذيب الأحكام، ج 3، ص 120

(2) تهذيب الأحكام، ج 8، ص 258

(3) تهذيب الأحكام، ج 3، ص 333

(4) قرب الإسناد، العقم: 29

(5) نهج البلاغة، الرقم: 164

(6) الخصال، ص 404

(7) الكافي، ج 3، ص 241

(8) تهذيب الأحكام، ج 9، ص 241

(9) الكافي، ج 5، ص 555

(10) الخصال، ص 404 و 405

(11) الكافي، ج 6، ص 369 وأيضا في المحاسن، ج 2، ص 527

(12) الطرائف، ج 1، ص 119 و 120

أمالي الصدوق، الرقم: 709: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ اَلْحَسَنِ اَلْقَطَّانُ وَعَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُوسَى اَلدَّقَّاقُ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ اَلسِّنَانِيُّ وَعَبْدُ اَللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ اَلصَّائِغُ رَحِمَهُ اَللَّهُ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو اَلْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا اَلْقَطَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ حَبِيبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَلْفَضْلُ بْنُ اَلْعَبَّاسِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اَلْقُدُّوسِ اَلْوَرَّاقُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنِ اَلْأَعْمَشِ وَحَدَّثَنَا اَلْحُسَيْنُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَحْمَدَ اَلْمُكَتِّبُ رِضْوَانُ اَللَّهِ عَلَيْهِ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى اَلْقَطَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ حَبِيبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اَللَّهِ [عُبَيْدُ اَللَّهِ] بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَاطَوَيْهِ [نَاطَوَيْهِ] قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنِ اَلْأَعْمَشِ وَأَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَيُّوبَ اَللَّخْمِيُّ فِيمَا كَتَبَ إِلَيْنَا مِنَ أَصْبَهَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ اَلْقَاسِمِ بْنِ مُسَاوِرٍ اَلْجَوْهَرِيُّ سَنَةَ سِتٍّ وَثَمَانِينَ وَمِائَتَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا اَلْوَلِيدُ بْنُ اَلْفَضْلِ اَلْعَنَزِيُّ [اَلْعَتَرِيُّ] قَالَ حَدَّثَنَا مَنْدَلُ بْنُ عَلِيٍّ اَلْعَنَزِيُّ [اَلْعَتَرِيُّ] عَنِ اَلْأَعْمَشِ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ إِسْحَاقَ اَلطَّالَقَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ اَلْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ اَلْعَدَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عِيسَى اَلْكُوفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اَلْحَمِيدِ عَنِ اَلْأَعْمَشِ وَزَادَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي اَللَّفْظِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ مَا لَمْ يَقُلْ بَعْضٌ وَسِيَاقُ اَلْحَدِيثِ لِمَنْدَلِ بْنِ عَلِيٍّ اَلْعَنَزِيِّ عَنِ اَلْأَعْمَشِ قَالَ: ... يَا مَعْشَرَ اَلنَّاسِ أَلاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى خَيْرِ اَلنَّاسِ خَالاً وَخَالَةً قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اَللَّهِ قَالَ اَلْحَسَنُ وَاَلْحُسَيْنُ فَإِنَّ خَالَهُمَا اَلْقَاسِمُ بْنُ رَسُولِ اَللَّهِ وَخَالَتَهُمَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ هَكَذَا يَحْشُرُنَا اَللَّهُ ثُمَّ قَالَ اَللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّ اَلْحَسَنَ فِي اَلْجَنَّةِ وَاَلْحُسَيْنَ فِي اَلْجَنَّةِ وَجَدَّهُمَا فِي اَلْجَنَّةِ وَجَدَّتَهُمَا فِي اَلْجَنَّةِ وَأَبَاهُمَا فِي اَلْجَنَّةِ وَأُمَّهُمَا فِي اَلْجَنَّةِ وَعَمَّهُمَا فِي اَلْجَنَّةِ وَعَمَّتَهُمَا فِي اَلْجَنَّةِ وَخَالَهُمَا فِي اَلْجَنَّةِ وَخَالَتَهُمَا فِي اَلْجَنَّةِ...

(13) تأويل الآيات الظاهرة في فضائل العترة الطاهرة، ج 1، ص، 676

(14) كتاب القراءات للسياري، الرقم: 592:

٥٩٢ بعض إخواننا من أهل فارس بإسناد ذكره، عن أبي عبد الله عليه السلام في قوله ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ [٦٦: ١٠] قال: مثل ضربه لعائشة وحفصة إذا تظاهرتا على رسول الله صلى الله عليه وآله، وفي قوله ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ [٦٦: ١١] قال: مثل ضربه لرقية بنت رسول الله صلى الله عليه وآله، وقوله وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ [٦٦: ١١] بني أمية وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا [٦٦: ١١] مثل ضربه لفاطمة عليها السلام فقال: إن فاطمة أحصنت فرجها فحرم الله عز وجل ذريتها على النار.

(15) رجال الكشي، الرقم: 711

(16) معجم رجال الحديث، 19، ص 262

(17) رجال الكشي، الرقم 223

(18) الكافي، ج 6، ص 5 اور 6، من لا يحضره الفقيه، الرقم: 4693

(19) تفسير العياشي، ج 1، ص 207

(20) مستطرفات السرائر، ص 565

(21) كتاب الزهد، ص 162

(22) الأمالي للطوسي، الرقم: 47

(23) الكافي، ج 7، ص 274: ... مَنِ اِدَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ فَهُوَ كَافِرٌ بِمَا أَنْزَلَ اَللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ...

صحيح البخاري، الرقم: 6766 و 6767: ...مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، وَهْوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ، فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ...

(24) الغيبة للطوسي، ج 1، ص 409

(25) الكافي، ج 1، ص 439

(26) المسائل العكبرية، ص 120

(27) المبسوط، ج 4، ص 159

(28) مناقب آل أبي طالب، ج 1، ص 140: أولاده: ولد من خديجة القاسم وعبد الله وهما: الطاهر والطيب، وأربع بنات: زينب، ورقية، وأم كلثوم وهي آمنة، وفاطمة وهي أم أبيها

(29) حيات القلوب، ج 4، ص 682 – 688: باب پنجاه و يكم در بيان احوال اولاد امجاد آن حضرت است

وراجع: بحار الأنوار، ج 22، ص 151: عدد أولاد النبي (صلى الله عليه وآله) وأحوالهم

(30) منتهى الآمال، ج 1، ص 265 – 267: فصل هشتم: در بيان احوال اولاد امجاد آن حضرت است

(31) مسالك الأفهام للشهيد الثاني، ج 7، ص 81: فقد زوج رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فاطمة بعلي عليهما السلام، وأختيها رقية وأم كلثوم بعثمان.

المخلاة للشيخ البهائي، ص 31: ٣٣- هذا سيد المرسلين، وحبيب رب العالمين، قبض الله أولاده في حياته، ليعظّم له الزّلفى في درجاته، فمات له من الأولاد ستة أو سبعة أو ثمانية نجوم: القاسم، وعبد الله، والطيب، والطاهر، وإبراهيم، وزينب، ورقيّة، وأم كلثوم، ولم يتأخر بعده من أولاده إلا فاطمة الزهراء

زبدة البيان للأردبيلي، ص 575: قيل: وقد زوج رسول الله صلى الله عليه وآله ابنتيه قبل البعثة بكافرين يعبدان الأصنام أحدهما عتبة بن أبي لهب والآخر أبو العاص ومات عتبة على الكفر وأسلم أبو العاص، فرد إليه زوجته بالنكاح الأول مع أنه صلى الله عليه وآله ما كان في حال من الأحوال مواليا للكفار.

مجمع البحرين، ج 1، ص 624 – 625: وخديجة بنت خويلد بن أسد بن عبد العزى بن قصي زوجة رسول الله صلى الله عليه وآله كانت تحت أبي هالة بن زرارة فولدت له هالة، ثم خلف عليها بعد أبي هالة عتيق ابن عبد الله، ثم خلف عليها رسول الله، وكانت إذ تزوجها رسول الله بنت أربعين سنة وستة أشهر، وكان رسول الله صلى الله عليه وآله يومئذ ابن إحدى وعشرين سنة، وولدت له أربع بنات كلهن أدركن الاسلام وهاجرن، وهن زينب وفاطمة ورقية وأم كلثوم، وولدت ابنا يسمى القاسم وبه كان يكنى...

جامع المدارك للخوانساري، ج 4، ص 275: وأما جواز نكاح المذكورين فيكفي فيه العمومات وخصوص ما جاء من تزويج جوير الدلفاء ومنجح بن رياح مولى علي بن الحسين بنت أبي رافع، ونكاح علي بن الحسين مولاته، ونكاح رسول الله صلى الله عليه وآله عائشة وحفصة ونكاح العوام صفية والمقداد ضبيعة بنت الزبير بن عبد المطلب وعثمان وأبي العاص وعمر وعبد الله بن عمر بن عثمان ومصعب بن زبير بنات رسول الله صلى الله عليه وآله وعلي والحسين عليهما السلام.

منتخب التواريخ، ج 1، ص 23: فصل پنجم در ذکر اولاد امجاد آنحضرت

تنقيح المقال، ج 1، ص 187: وولد له منها قبل مبعثه: القاسم، ورقيّة، وزينب، وأمّ كلثوم. وولد له بعد المبعث: إبراهيم،والطاهر، وفاطمة عليها السلام.

تاريخ اليعقوبي، ج 2، ص 20: تزويج خديجة بنت خويلد وتزوج رسول الله خديجة بنت خويلد و له خمس وعشرون سنة، وقيل: تزوجها و له ثلاثون سنة، وولدت له، قبل أن يبعث، القاسم ورقية وزينب وأم كلثوم، وبعد ما بعث عبد الله، وهو الطيب والطاهر لأنه ولد في الإسلام، وفاطمة.

الأنوار النعمانية، ج 1، ص 263: وانما ولدت له ابنان واربع بنات زينب ورقية وام كلثوم وفاطمة، فأما زينب بنت رسول الله فتزوجها ابو العاص بن الربيع في الجاهلية فولدت له جارية اسمها امامة تزوجها علي بن ابي طالب بعد وفات فاطمة عليها السّلام وقتل امير المؤمنين وعنده امامة فخلف عليها بعده المغيرة بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب وماتت زينب بالمدينة لسبع سنين من الهجرة.

السيرة المحمدية، ص 46: أولاد الرسول (صلى الله عليه وآله وسلم) لقد أنجبت خديجة لرسول اللّه (صلى الله عليه وآله وسلم) ستة من الاَولاد، اثنين من الذكور، أكبرهما القاسم وعبداللّه، وأربعة من الاِناث. وذكر ابن هاشم، انّ أكبر بناته: رقية ثمّزينب ثمّ أُم كلثوم، ثمّفاطمة، وكلّهن أدركنَ الاِسلام، أمّا الذكور فقد ماتوا قبل البعثة.

قاموس الرجال للتستري، ج 9، ص 450: لا ريب أن زينب ورقية كانتا ابنتي النبي (صلى الله عليه وآله).

(32) الاستغاثة في بدع الثلاثة، ج 2، ص 54 — 55

(33) الاستغاثة في بدع الثلاثة، ج 1، ص 68 — 70

(34) رجال النجاشي، الرقم: 691

(35) فهرست الطوسي، الرقم: 389

(36) رجال ابن الغضائري، الرقم: 104

(37) الاستغاثة في بدع الثلاثة، ج 2، ص 77 - 80: وأما تزويج عمر من أم كلثوم بنت أمير المؤمنين عليه السلام فإنه حدثنا جماعة من مشايخنا الثقاة منهم جعفر بن محمد بن مالك الكوفي عن أحمد بن الفضل عن محمد ابن أبي عمير عن عبد الله بن سنان قال سألت جعفر بن محمد الصادق عليه السلام عن تزويج عمر من أم كلثوم فقال عليه السلام ذلك فرج غصبنا عليه، وهذا الخبر مشاكل لما رواه مشايخنا عامة في تزويجه منها وذلك في الخبر أن عمر بعث العباس بن عبد المطلب إلى أمير المؤمنين عليه السلام يسأله أن يزوجه أم كلثوم فامتنع عليه السلام فلما رجع العباس إلى عمر يخبر امتناعه قال يا عباس أيأنف من تزويجي والله لئن لم يزوجني لأقتلنه فرجع العباس إلى علي عليه السلام فأعلمه بذلك فأقام علي عليه السلام على الامتناع فأخبر العباس عمر فقال له عمر أحضر في يوم الجمعة في المسجد وكن قريبا من المنبر لتسمع ما يجري فتعلم أني قادر على قتله إن أردت فحضر العباس المسجد فلما فرغ عمر من الخطبة قال أيها الناس إن هاهنا رجلا من أصحاب محمد وقد زنى وهو محصن وقد اطلع عليه أمير المؤمنين وحده فما أنتم قائلون، فقال الناس من كل جانب إذ كان أمير المؤمنين اطلع عليه فما الحاجة إلى أن يطلع عليه غيره وليمض في حكم الله، فلما انصرف عمر قال للعباس امض إلى علي فأعلمه بما قد سمعته فوالله لئن لم يفعل لأفعلن فصار العباس إلى علي عليه السلام فعرفه ذلك فقال علي (ع) أنا أعلم أن ذلك مما يهون عليه وما كنت بالذي أفعل ما يلتمسه أبدا، فقال العباس لئن لم تفعله فأنا أفعل وأقسمت عليك أن لا تخالف قولي وفعلي، فمضى العباس إلى عمر فأعلمه أن يفعل ما يريد من ذلك فجمع عمر الناس فقال إن هذا العباس عم علي بن أبي طالب وقد جعل إليه أمر ابنته أم كلثوم وقد أمره أن يزوجني منها فزوجه العباس بعد مدة يسيرة فحملوها إليه وأصحاب الحديث إن لم يقبلوا هذه الرواية منا فإنه لا خلاف بينهم في أن العباس هو الذي زوجها من عمر، وقد قيل

لمن أنكر هذه الحكاية من فعل عمر ما العلة التي أوجبت أن يجعل علي عليه السلام أمر ابنته كلثوم إلى العباس دون غيرها من بناته وليس هناك أمر يضطره إلى ذلك وهو صحيح سليم والرجل الذي زوجه العباس بزعمهم عنده مرغوب رضي فيه أتقولون إنه أنف من تزويج ابنته أم كلثوم وتعاظم وتكبر عن ذلك فقد نجده قد زوج غيرها من بناته فلم يأنف من ذلك ولا تعاظم ولا تكبر فيه وقد زوج رسول الله " ص " ابنته سيدة نساء العالمين فلم يأنف ولم يتكبر ولا وكل في تزويجها أفتقولون أن عليا (ع) رأى العباس أفضل منه وأقدم سابقة في الاسلام فجعل أمر ابنته إليه وهذا ما لا يقر له مسلم وما بال العباس زوج أم كلثوم دون أختها زينب بنت فاطمة عليها السلام من عبد الله بن جعفر بن أبي طالب والعباس حاضر فلم يوكله في تزويجها ولا أنف من ذلك، فلم يبق في الحال إلا ما رواه مشايخنا مما سقنا حكايته، وذلك مشاكل للرواية عن الصادق عليه السلام أنه قال (ذلك فرج غصبنا عليه) فكان من احتجاج جهالهم أن قالوا ما كان دعا عليا (ع) أن يسلم ابنته غصبا على هذا الحال الذي وصفتم، فقيل لهم هذا منكم جهل بوجوه التدبير وذلك أن رسول الله " ص " لما أوصى عليا عليه السلام بما احتاج إليه في وقت وفاته عرفه جميع ما يجري عليه من بعده من أمته واحدا بعد واحد من المستولين فقال علي " ع " فما تأمرني أن اصنع قال تصبر وتحتسب إلى أن ترجع الناس إليك طوعا فحينئذ قاتل الناكثين والقاسطين والمارقين ولا تنابذن أحدا أبدا من الثلاثة فتلقي بيدك إلى التهلكة ويرتد الناس في النفاق إلى الشقاق، فكان (ع) حافظا لوصية رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إبقاء في ذلك على المسلمين المستضعفين وحفظا للدين لئلا ترجع الناس إلى الجاهلية الجهلاء وتثور القبائل تريد الفتنة في طلب ثارات الجاهلية ودخولها، فلما جرى من عمر في حال خطبته لأم كلثوم ما تقدم به الحكاية فكر علي (ع) فقال إن منعته رام قتلي - على ما وصفناه - وإن رام قتلي فمنعته عن نفسي خرجت بذلك عن طاعة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وخالفت وصيته ودخل في الدين ما كان حاذره رسول الله صلى الله عليه وآله من ارتداد الناس الذي لأجله أوصاني بالصبر والاحتساب، وكان تسليم ابنته أم كلثوم في ذلك أصلح من قتله أو الخروج من وصية رسول الله (ص) ففوض أمرها إلى الله وعلم أن الذي كان اغتصبه الرجل من أموال المسلمين وأمورهم وارتكبه من إنكار حقه وقعوده في مجلس رسول الله (ص) وتغير أحكام الله وتبديل فرائض الله على ما قدمنا ذكره أعظم عند الله وأفظع وأشنع من اغتصابه ذلك الفرج فسلم وصبر واحتسب كما أمر رسول الله صلى الله عليه وآله وأنزل ابنته في ذلك منزلة آسية بنت مزاحم امرأة فرعون إذ الله عز وجل وصف قولها (رب ابن لي عندك بيتا في الجنة ونجني من فرعون وعمله ونجني من القوم الظالمين) ولعمري الذي كان قد ارتكبه فرعون من بني إسرائيل من قتل أولادهم واستباحة حريمهم في طلب موسى عليه السلام على ما ادعاه لنفسه من الربوبية أعظم من تغلبه على آسية امرأته وتزويجها وهي امرأة مؤمنة من أهل الجنة بشهادة الله لهما بذلك، وكذلك سبيل الرجل مع أم كلثوم كسبيل فرعون مع آسية لأن الذي ادعاه لنفسه من الإمامة ظلما وتعديا وخلافا على الله ورسوله بدفع الإمام عن منزلته التي قدرها الله ورسوله ص له واستيلاؤه على أمر المسلمين يحكم في أموالهم وفروجهم ودمائهم بخلاف أحكام الله وأحكام رسوله (ص) أعظم عند الله من اغتصابه ألف فرج من نساء مؤمنات دون فرج واحد ولكن الله قد أعمى قلوبهم فهم لا يهتدون لحق ولا يعقلون عن باطل، والحمد لله الذي من علينا بهدايته ورزقنا من التميز ما نصل به إلى وجود عبادته وإليه نرغب في زيادته من كرائم فوائده. وهو حسبنا ونعم الوكيل تم الجزء الأول ويليه الجزء الثاني

(38) عيون أخبار الرضا، ج 2، ص 48

(39) ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ ﴿التحريم: ١٠﴾